حیات الانبیاءؑ والاولیاءؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِلْاِیْمَانِ وَاَعْمَالِ الْجِنَانِ وَنَجّٰنَا مِنَ الضَّلَالَۃِ وَالْخُسْرَانِ ہ بِمَبْعُوْثِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِ ہ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَھْلُ الْحَقِّ وَالصَّبْرِ وَالْاِیْقَانِ ہ

کس سے ہووے نعت ختم المرسلین | جز بذاتِ پاکِ ربّ العالمین
ذاتِ احمد ہے وہ بحرِ بیکراں | جس کا اک قطرہ ہے یہ کون مکان
ذاتِ پاکِ احمد ہے والشمس الضحیٰ | جس کے یہ ذرے ہیں سارے اولیا
حکم ان کا ہے جہاں میں سربسر | وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیشتر
ذاتِ پاک اُن کی نہ پیدا ہوتی گر | ہوتے کب ارض و سما جن و بشر
اس پہ پڑھ صوفی تو لاکھوں صلات | تجھکو ہو جس کی شفاعت سے نجات
آل اور اصحاب جتنے ہیں تمام | پڑھ تو ان پر سو درود او رسو سلام

ہزار بار رحمت اُن مجتہدین پر جنھوں نے دین اسلام کی اشاعت میں سعی بلیغ فرمائی اور تمام مشکل اور ادق مسائل کو آسان کیا۔

آں اماما نے کہ کردند اجتہاد | رحمتِ حق بر ادانِ جملہ باد
بوحنیفہ بُد المعم با صفا | آں سراجِ آستانِ مصطفیٰ
باد فضلِ حق قرینِ جانِ او | شاد باد اورواحِ شاگردانِ او
روحِ شاں در صدرِ جنت شاد باد | قصرِ دیں از علم شاں آباد باد

بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ ناچیز ابوالبشیر محمد صالح بن قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی مستان علی مجددی قادری ہ

(اعجازی پریس بیرون موری گیٹ لاہور)

رَبِّ اَدْخِلْہُ جَنَّۃَ الْمَاوٰی   خَالِدًا فِی الْقُصُوْرِ وَالْغُرُفَاتِ
مَوْتُہٗ کَانَ ثُلْمَۃً فِی الدِّیْنِ   اِنَّہٗ قَالَ شَافِعٌ لِحَصَاتٍ

ساکن میترانوالی ضلع سیالکوٹ (پنجاب پاکستان) حنفی مذہب وصوفی مشرب احباب کی خدمت مبارک میں عرض پرداز ہے کہ اس سے پہلے راقم نے "ندا ء یا رسول اللہ" کا مضمون کتابی صورت میں شائع کیا تھا جس میں "حیات الانبیاء والاولیاء" اور "امداد و توسل" کے مضامین بھی تھے مگر وہ نہایت مختصر اور نامکمل تھے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد "حیات الانبیاء والاولیاء" کا مضمون کچھ اضافہ کر کے علیحدہ شائع کر دیا گیا۔ لیکن اب اتفاق سے یہ دونو کتابیں بالکل نایاب ہو گئیں۔ اس لئے ان کو دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑ گئی۔ لہذا ان کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے نظر ثانی کر کے ان میں بہت سے مفید مضامین کا اضافہ کیا جس سے ان کا حجم پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا۔ پھر "امداد و توسل" کا معرکۃ الآراء مضمون نہایت شرح و بسط کے ساتھ تیار کیا۔ اس سے پہلے ایسا جامع مضمون کسی نے بھی نہیں لکھا۔ اس کے پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے۔ اس کا حجم پہلے دونو سے بہت زیادہ ہے۔ گویا یہ "ندا ء یا رسول اللہ" کا تیسرا حصہ ہے جو علیحدہ کتابی صورت میں چھپ رہا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۝

بندۂ پروردگارم اُمّتِ احمد نبی   دوستدار چار یارم تابع اولادِ علیؓ
مذہب حنفیہ دارم ملّتِ حضرت خلیل   زیر پائے غوثِ اعظم خاک پائے ہر دلی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق اسلام کی حقائق شناس جماعتیں اور ظاہر پرست گروہ میں جو اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و ممات کا مسئلہ متفرع ہے۔ ظاہر پرست گروہ میں سے بالخصوص غیر مقلد وہابی وغیرہ ہی سب سے پیش پیش ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعتِ بشر کے ایک ایسے ہی فرد ہیں۔ جیسے دیگر افراد ہیں۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُن کو منصبِ پیغمبری پر فائز ہونے کی وجہ سے دیگر افرادِ بشر پر فوقیت حاصل ہے۔ جو ایک بڑے بھائی کو چھوٹے بھائیوں پر ہوتی ہے اور بس۔ اسی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و ممات بھی ویسی ہی ہے جیسی دیگر افرادِ بشر کی ہے۔ اسی بنا پر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی دوسرے لوگوں کی طرح جسم مبارک سے جدا ہو چکی ہے اور اُن کا جسم مبارک مٹی میں مل چکا ہے۔ لیکن اکثر علماء و صلحاء یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح دنیا میں زندہ تھے۔ اسی طرح اسی زندگی کے ساتھ اب بھی عالمِ برزخ میں زندہ ہیں۔ صرف عالمِ دنیا سے عالمِ برزخ میں آپ کا نقل کر جانا جس کو اصطلاح میں موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ کی اس زندگی پر حجاب سا نہ بنا ہوا ہے۔ اور حقیقت میں آپ کی موت میں اور عوام الناس کی موت میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ عوام بشر کی موت ان کے جسم و روح میں قطعی تفرقہ اور کلی انقطاع ڈال دیتی ہے۔ اسی لئے مٹی کا جسم جس کی ترکیب عنصری روح کی مفارقت اور اس کے متصرف کی وجہ سے قائم تھی۔ روح کا تصرف اٹھ جانے کی وجہ سے منحل الاجزا ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ کے ساتھ ان کی ارواح مقدسہ کا تعلق جوں کا توں قائم ہے۔

عقلی دلائل: ہر ذی عقل اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ سمع و بصر وغیرہ تمام ادراکات روح کی صفات و لوازم ہیں۔ اگرچہ مجازاً اُن کی نسبت جسم کی طرف کی جاتی ہے۔ مگر جسم کے ساتھ ان کا تعلق صرف نمائشی اور عارضی ہے اور روح کے ساتھ اصلی اور دائمی۔ جسم خاکی اپنی میعادِ حیات پوری کر کے فنا ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ مگر روح پر موت و فنا طاری نہیں ہوتی گو بظاہر روح و جسم دونوں شریک حیات ہوتے ہیں سادی نظر آتے ہیں مگر درحقیقت جسم فانی ہے روح باقی ہے جسم بے ثبات ہے۔ روح ابدی ہے۔ روح حقیقت انسان ہے اور جسم اس کا ایک آلۂ عمل ہے جس کی ضرورت روح کو صرف دنیاوی زندگی تک ہے۔ جب یہ زندگی ختم ہوتی ہے تو روح اس آلہ کو غیر ضروری و بےکار ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر مجرد ہو جاتی ہے پس تمام افعال و اعمال کی مرتکب و مصدر روح ہے۔ اور وہی ان پر جواب دہ ذمہ دار ہے۔ اور جب روح فنا نہیں ہوتی۔ تو اس کے ادراکات یعنی سمع و بصر بھی قائم رہتے ہیں۔ مگر آج بھی ایک ظاہر پرست گروہ نظر آجاتا جو اپنے کو محدثین کہتی ہے۔ روح کے ان تمام قوای سے منکر ہے۔ وہ روح کا سننا اور سمجھنا محض عالم دنیا تک محدود سمجھتے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے انسان کی تمام قوتیں اور طاقتیں صرف اس کے جسم کے ساتھ قائم ہیں۔ جسم فنا ہوا تو اس کی تمام طاقتیں فنا ہو گئیں اور روح ایک بے حس و بے معنی چیز رہ گئی۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

اجی حضرت! دعویٰ تو یہ کہ خالص توحید کے سچے دلدادہ۔ انبیاء و رسل کی عظمت و شان کے کھرے شناسا۔ حدیث پر چلنے والے۔ اور عقاید یہ کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کے کہنے کی حاجت نہیں۔

خیر یہ تو طے شدہ مسائل ہیں مگر یہاں روح کے متعلق آپ کے جمود عقاید و جمود عقول پر افسوس آتا ہے۔ جو اس کو ایک بے حس و لایعنی چیز سمجھ رہے ہیں۔ کہ وہ نہ کچھ سنتی ہے۔ نہ سمجھتی ہے۔ پھر تم لوگ بزرگوں کی قبروں پر جا کر کیا خاک استفادہ کر سکتے ہو۔ اور کب استمداد و توسل کے قائل ہو سکتے ہو۔ بابرکت ہیں وہ لوگ جو عطایاتِ الٰہی کی قدر پہچان کر ان کو مناسب موقعوں پر صرف کرتے ہیں وہ باخبر اور زندہ دل ہیں بخلاف ان کے جو شخص آنکھیں رکھتا ہو اور ان سے قوتِ بینائی کا کام نہ لے۔ حواس خمسہ کو بیکار سمجھ لے زندہ رہ کر مفہوم زندگانی کو بھلا دے۔ پس اس سے یہ توقع کب ہو سکتی ہے کہ اگر اس کے سامنے اخبار صحیحہ اور شواہد قویہ پیش کی جائیں تو وہ اس پر کاربند ثابت ہوں لیکن عقل سلیم والا انصاف پسند ان لوگوں کی غلط فہمی کو اچھی طرح سمجھ لے گا۔

نقلی دلائل کے سلسلہ میں اگر احادیث رسول۔ آثار صحابہ اور اقوال اکابر سماع موتیٰ کی تائید میں پیش کئے جائیں۔ تو دفتروں کے دفتر کافی نہ ہوں گے۔ تاہم مشتے نمونہ از خروارے چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حیات برزخیہ کے مراتب: حیات برزخیہ کے چار مراتب ہیں۔ اول حیات عامہ مومنین۔ دوم حیات شہداء

Marfat.com

سوم حیات اولیاء - چہارم حیاتِ انبیاء

عام مومنوں کی حیاتِ برزخیہ

نقلی دلائل عام مومنوں کو عالم برزخ میں حیات حاصل ہے جس کے ذریعہ اُن کو تعلیم فہم کی حس ہوتی ہے - اور قبر کے عذاب و ثواب کو بھی محسوس کرتے ہیں - چنانچہ حدیث شریف میں ہے :-

(۱) عَنْ اَنَس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا وُضِعَ فِی قَبْرِہٖ وَ تَوَلّٰی وَذَھَبَ اصحابہ حَتّٰی اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قرع نعالھم اَتَاہُ مَلَکَانِ فَاَقْعَدَاہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِی ھٰذَا الرَّجُلِ محمدٍ فیقول اَشْھَدُ انہ عبداللہ ورسولہ فیقال انظر الی مقعدک مِنَ النَّار ابدلک اللہ بہٖ مقعداً من الجنۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیراھما جمیعا واما الکافر وَ المنافق فیقول لا ادری کنتُ اقول مایقول الناس فیقال لادریت ولاتلیت ثم یضرب بمطرقۃ من حدید ضربۃ بین اذنیہ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ اِلّا الثقلین (بخاری ص۱۷۸ جلد ۱)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے دوست جب اُس سے چلے جاتے تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے - پھر دو فرشتے اُس کے پاس آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھا دیتے اور اس سے کہتے ہیں کہ کیا کہتا ہے اس شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندے خاص اللہ تعالےٰ کے ہیں اور اس کے رسول ہیں - پھر فرشتے کہتے ہیں کہ دیکھ اپنی جگہ دوزخ میں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بہشت میں بدل دیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس وہ ان دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے - اور جب کافر یا منافق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا - وہی کہا کرتا تھا جو عوام کہتے تھے - پس اس کافر یا منافق کو کہا جاتا ہے کہ کیا تو نہیں دیکھتا اور عقل رکھتا تھا اور نہ قرآن پڑھتا تھا - پھر اس کو فرشتے لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں پر مارتے ہیں - تب وہ سخت چیختا ہے جسے اُس کے پاس کے سب سنتے ہیں سوائے دو جن و انسان کے -

(۲) عَنْ اَبِی اَیُّوب اَنَّہٗ قَالَ

ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - کہ

Marfat.com

لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ يَا اَبَا اَيُّوْبَ اَتَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ اَسْمَعُ اَصْوَاتَ الْيَهُوْدِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ (رواہ الطبرانی)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ایوب کیا تم وہ بات سنتے ہو جو میں سنتا ہوں۔ میں یہود کی آوازیں سن رہا ہوں جو ان کی قبروں سے اٹھ رہی ہیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِبِلَالٍ يَا بِلَالُ هَلْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ اِنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ (رواہ الحاکم)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اے بلال! کیا تم سنتے ہو جو میں سنتا ہوں۔ وہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں (مشکوٰۃ)

ان کے علاوہ عذاب قبر کی حدیثیں کتب احادیث میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ جن کو کسی اور رسالہ میں درج کیا گیا ہے۔

(۴) روح البیان میں ہے کہ عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے جب قبر میں منکر نکیر نے سوال کیا تو ان کے جواب میں آپ نے فرمایا ؎

رَبِّيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ سِوَاهُ وَنَبِيِّيْ مُحَمَّدٌ مُصْطَفَاهُ

میرا پروردگار اللہ ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی برحق ہیں۔

ثُمَّ دِيْنِي الْاِسْلَامُ فِعْلِيْ ذَمِيْمٌ اَسْاَلُ اللّٰهَ عَفْوَهٗ وَعَطَاهٗ

اور میرا دین اسلام ہے میرے فعل برے ہیں میرے رب سے بخشش اور کرم کی امید ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اطَّلَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی اَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهٗ اَتَدْعُوْا اَمْوَاتًا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ ۔ (رواہ البخاری صفحہ ۱۸۵ مصری والمسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قلیب پر پہنچے۔ آپ نے فرمایا کہ پروردگار نے جو تم سے وعدہ کیا تھا تم نے ٹھیک پایا۔ آپ کے حضور میں کہا گیا کہ آپ مردوں کو پکارتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ لیکن وہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ تاداھم یا ابا جھل
بن ھشام یا امیۃ بن خلف
یا عتبۃ بن ربیعۃ الیس قد
وجدتم ما وعد ربکم حقا
فانی قد وجدت ما وعدنی ربی
حقا فقال لہ عمر یا رسول اللہ
کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا
قال والذی نفسی بیدہ ما انتم
باسمع لما اقول فیھا منھم ٥

(رواہ البخاری ومسلم)

(۶) عن ابن عباس قال مر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور
بالمدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ
فقال السلام علیکم یا اھل
القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم
سلفنا ونحن بالاثر (رواہ الترمذی)

(۷) عن عایشۃ قالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان
لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یخرج من اخر
اللیل الی البقیع فیقول السلام
علیکم دار قوم مومنین واتاکم
ما توعدون غدا موجلون و
انا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم
اغفر لاھل بقیع الغرقد (رواہ مسلم)

عنہ نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکار کر اے ابوجہل بن ہشام۔ اے امیہ بن خلف۔ اے عتبہ بن ربیعہ کیا تم نے اپنے پروردگار کا وعدہ ٹھیک نہیں پایا؟ ہم نے تو اپنے پروردگار کے وعدے ٹھیک پائے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا "یا رسول اللہ" آپ ان اجسام سے کیونکر باتیں کرتے ہیں جس میں روح نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم لوگ میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ (مشکوۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی قبروں پر گذرے آپ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ السلام علیکم اے صاحب قبروں کے۔ اللہ ہم کو اور تم کو بخشے تم ہم سے پہلے پہنچے اور ہم پیچھے سے آتے ہیں۔ (مشکوۃ)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میری باری میرے ہاں شب باش ہوتے تو آخری رات آپ قبرستان کی طرف نکل جاتے اور فرماتے السلام علیکم اے قوم مومنین۔ اور تمہارے پاس وہ چیز آئی کہ تم وعدہ دئے جاتے تھے یعنی ثواب وعذاب کا۔ کل یعنی قیامت کو تم ڈھیل دیئے گئے ہو یعنی مدت معین تک۔ اور ہم اگر اللہ نے چاہا تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں

Marfat.com

یا الٰہی بخش بقیع غرقد والوں کو (مشکوٰۃ)

(۸) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَیْفَ اَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَعْنِیْ فِیْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِیْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ٥ (رواہُ مسلمٌ)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں کس طرح کہوں یا رسول اللہ (یعنی زیارت قبور کے بارے میں) آپ نے فرمایا کہہ۔ السلام علیکم اے صاحب گھروں کے جو مومنین اور مسلمانوں سے ہو۔ اور اللہ رحم کرے ہم سے پہل کرنے والوں پر۔ اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۹) عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُہُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ نَسْئَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ (رواہُ مسلم)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب قبروں کی طرف جاؤ تو یوں کہا کرو۔ اے گھر والو جو مومنوں سے ہو یا مسلمانوں سے تم پر سلام ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملیں گے تم ہمارے آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں ہم اللہ تعالےٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

ان احادیث سے مردوں کا سُننا صاف ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ کلمۂ یا حاضر اور زندہ کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح زندوں کے واسطے سلام کرنے کا حکم فرمایا ہے اسی طرح مُردوں کے واسطے بھی۔ آپ نے مٹی کے ڈھیر کو سلام کرنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ جاندار کو سلام کرنے کا حکم فرمایا ہے پس اگر آیات میں سماع موتےٰ کی نفی مراد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں (معاذ اللہ) مفہوم آیت کے خلاف موتےٰ کو مخاطب کرکے اپنا سلام ان کو کیوں سُناتے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَار

(۱۰) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ فَسَوَّیْتُمْ عَلَیْہِ

ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مرے اور تم اُس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو

Marfat.com

فليقم احدكم على رأس قبره ثم يقول يا فلان بن فلانة فانه يسمع ولا يجيب ثم يقول يا فلان بن فلانة الثانية فانه يستوي قاعدا ثم ليقل يا فلان بن فلانة فيقول ارشدنا رحمك الله ولكن لا تسمعون ۔ فيقول اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وانك رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا وبالقرآن اماما فان منكرا ونكيرا يتأخر كل واحد منهما ويقول انطلق بنا ما يقعدنا عند هذا وقد لقن حجته فيكون الله حجيجه دونهما قال رجل يا رسول الله فان لم يعرف امه قال ينسبه الى حواء يا فلان ابن حواء (رواه الطبراني)

اور پھر کہے کہ اے فلاں بن فلانہ وہ مردہ سنتا اور جواب نہیں دیتا ہے پھر کہے کہ اے فلاں بن فلانہ دوسری بار پس کہتا ہے مردہ کہ ہم رہنمائی کیئے گئے۔ تم پر اللہ تعالیٰ رحم کرے لیکن تم نہیں سنتے ہو پس مُردے کو کہے کہ وہ چیز یاد کر جس پر تم دُنیا سے نکلے یعنی گواہی اس بات کی کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور تو نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا تھا اور اسلام کو دین اور محمد کو نبی اور قرآن مجید کو پیشوا پس منکر اور نکیر توقف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہتے کہ چلو ہم اس شخص کے نزدیک نہیں بیٹھیں گے۔ اس واسطے کہ اس کو حجت تلقین کی گئی۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ سے اس کا معاملہ ہو گیا نہ ہم سے۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو آپ نے فرمایا حوا علیہا السلام کی نسبت کر کے پکارے۔ کہ اے فلاں حوا کے بیٹے (احیاء العلوم)

اس حدیث سے دو باتوں کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ مُردے پکارنے والے کی آواز کو زندوں کی طرح سنتے ہیں۔ دوسری یہ کہ مردے کو دفن کے بعد تلقین کرنا چاہئے۔

افسوس ہے کہ آج کل مُردوں کی تلقین کا رواج ہی نہیں رہا۔ اور یہ سنت گویا مُردہ ہو گئی ہے۔ اس کو زندہ کرنا مسلمانوں کو ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کوئی مُردہ سنت کو زندہ کرے۔ اُس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

علاوہ اس کے تلقین سے گنہگاروں کو بالخصوص اور لوگوں کو بالعموم فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ گناہگاروں کو تو منکر اور نکیر کے سوالوں کا جواب یاد ہو جاتا ہے۔ اور خواص کو یاد دہانی ہو جاتی ہے اور یہ بڑا نازک وقت ہوتا ہے۔ اور بھٹکے پر مردے کی امداد کرنا نہایت ثواب کا کام ہے۔

Marfat.com

(۱۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَضَعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ اَبِيْ وَزَوْجِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (رواہ احمد ۔ مشکوٰۃ مجتبائی ص ۱۵۴)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم اپنے گھر میں داخل ہوتے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے تو اپنے کپڑے کو رکھ دیتے اور یہ کہتے کہ یہاں ہمارے باپ اور شوہر ہیں۔ لیکن جب سے حضرت عمر اُن کے ساتھ مدفون ہوئے اس وقت سے ہم بغیر کپڑا لپیٹے ہوئے وہاں نہیں جاتے۔ کیونکہ ہمیں حضرت عمر سے شرم آتی ہے (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر سے اُن کے انتقال کے بعد بھی ویسا ہی لحاظ کیا جیسا کہ ان کی زندگی میں کرتی تھیں۔ گویا اُن کی زندگی اور موت دونوں کو یکساں سمجھا۔ جو اموات کے ناظر بہ بصارت ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَنَّ سُلَيْمَ بْنَ عُمَرَ مَرَّ عَلٰى مَقْبَرَةٍ وَهُوَ حَاقِنٌ قَدْ غَلَبَهُ الْبَوْلُ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ لَوْ نَزَلْتَ اِلٰى هٰذِهِ الْمَقَابِرِ فَبُلْتَ فِيْ بَعْضِ حُفَرِهَا فَبَكٰى ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ مِنَ الْاَمْوَاتِ كَمَا اَسْتَحْيِيْ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَلَوْلَا اَنَّ الْمَيِّتَ يَشْعُرُ بِذٰلِكَ لَمَا اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ (رواہ ابن قیم)

یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ سلیم بن عمر کا گذر ایک مقبرے پر ہوا اور اُن کو پیشاب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اُن کے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر ہم اس قبرستان میں اُترے تو اس کے کسی گڑھے میں پیشاب کر لینا۔ وہ روئے اور کہا کہ سبحان اللہ قسم ہے خدا کی کہ میں مُردوں سے ویسا ہی شرم کرتا ہوں جیسا کہ زندوں سے۔ اور اگر مردوں کو ان سب باتوں کی خبر نہ ہوتی تو میں ان سے شرم نہ کرتا۔ (کتاب الروح)

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مُردوں کو زندوں کی ہر حرکت و فعل کی خبر ہو جاتی ہے اس لئے ان سے بھی مثل زندوں کے شرم کرنی چاہئے۔

اہل دل را بیہری یاد کن بعد از مرگ
خواب و بیداری ایں ہا آنقدر یکساں باشد

(۱۲) عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَلِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ فَاِنَّهُمْ يَتَزَاوَرُوْنَ

قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت کوئی اپنے متوفی بھائی کا متکفل ہو تو چاہئے کہ اس کو اچھا کفن دے

Marfat.com

فِیْ قُبُوْرِہِمْ (رواہُ الترمذیُ و ابنُ ماجہ) کیونکہ وہ اپنی قبروں میں باہم ملاقات کرتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مُردے قبروں میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ اسی لیئے ان کی پوشاک میں نفاست و عمدگی ملحوظ رکھنے کا حکم فرمایا جیسے کہ عموماً ملاقاتیوں کے لئے لازم ہوتا ہے۔ یہ امر بھی سماعِ موتٰی کی صحت کی دلیل ہے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ الْفِرْیَابِیُّ
قَالَ کَانَتْ اِمْرَأَۃٌ بِقَیْسَارِیَّۃَ فَتُوُفِّیَتْ
فَرَأَتْهَا ابْنَةٌ لَّهَا فِی الْمَنَامِ فَقَالَتْ لَهَا
یَا بُنَیَّۃُ کَفَّنْتُمُوْنِیْ بِکَفَنٍ ضَیِّقٍ وَاَنَا
یَتَزَاوَرُوْنَ اَخَوَاتِیْ اَسْتَحْیِیْ مِنْهُنَّ وَفُلَانَةٌ
تَاْتِیْنَا یَوْمَ کَذَا وَکَذَا وَاِنِّیْ فِیْ مَوْضِعِ کَذَا
اَرْبَعَةُ دَنَانِیْرَ فَاشْتَرُوْا لِیْ بِهَا کَفَنًا وَ
ابْعَثُوْا بِهٖ اِلَیَّ مَعَهَا قَالَتِ الْبِنْتُ وَلَمْ
اَعْلَمْ اَنَّ لَهَا فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ ذَکَرَتْ
دَنَانِیْرَ قَالَتْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا الدَّنَانِیْرُ لَمَّا
ذَکَرَتْ وَلَمْ یَکُنْ بِالْمَرْأَۃِ الَّتِیْ ذَکَرَتْ
بَاْسٌ فَلَمَّا کَانَتْ بَعْدُ اعْتَلَّتْ قَالَ
الْفِرْیَابِیُّ فَجَاؤُوْنِیْ فَقَالُوْا لِیْ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ
مَا تَقُوْلُ وَقَصُّوْا عَلَیَّ الْقِصَّةَ
فَذَکَرْتُ الْحَدِیْثَ الَّذِیْ وَرَدَ اَنَّهُمْ
یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْ اَکْفَانِهِمْ فَقُلْتُ
اشْتَرُوْا لَهَا کَفَنًا وَذَهَبَتِ الْبِنْتُ
اِلَی الْمَرْأَۃِ فَقَالَتْ اِنْ حَدَثَ بِكِ
حَادِثُ الْمَوْتِ فَاِنِّیْ اَبْعَثُ اِلٰی
اُمِّیْ بِشَیْءٍ تُبَلِّغِیْنَهٗ فَمَا تَمَّتْ مِنْ
ذٰلِکَ الْیَوْمِ الَّتِیْ ذَکَرَتْ وَ

محمد بن یوسف فریابی سے روایت ہے کہ قیساریہ میں ایک عورت رہتی تھی جب وہ مر گئی تو اس کی بیٹی نے اس کو خواب میں دیکھا۔ اُس نے کہا کہ اے بیٹی تم لوگوں نے مجھے چھوٹا کفن دیا تھا۔ اس واسطے مجھے اپنے ساتھیوں میں شرم محسوس ہوتی ہے اور فلاں عورت فلاں روز میرے یہاں آئے گی اور فلاں جگہ میں میرے چار دینار رکھے ہیں۔ لہٰذا اس کا کفن خرید کر اُس عورت کی معرفت میرے پاس بھیجدو۔ وہ لڑکی کہتی ہے کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ جس جگہ اُس نے بتایا ہے وہاں دینار ہیں۔ پس جب میں نے وہاں دیکھا تو واقعی دینار نظر آئے جیسا کہ اُس نے بیان کیا تھا اور جس عورت کی معرفت اُس نے کفن مانگا تھا۔ وہ اس وقت تک بیمار نہ تھی مگر اُس کے بعد بیمار پڑی فریابی کہتے ہیں کہ لوگ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اے عبداللہ تم کیا کہتے ہو۔ اور قصہ کو بیان کیا اور میں نے وہ حدیث پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردے اپنے کفن میں ملاقاتیں کرتے پھرتے ہیں۔ پس میں نے کہا کہ اس کے واسطے کفن خریدو اور اس لڑکی نے اس عورت کے پاس جاکر کہا کہ جب تم مرو

وَضَعُوا الْكَفَنَ مَعَهَا فِي كَفَنِهَا فَرَأَتِ الْبِنْتُ أُمَّهَا فِي الْمَنَامِ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ فُلَانَةُ أَتَتْنَا فَقَدْ وَصَلَ إِلَيَّ الْكَفَنُ مَا أَحْسَنَهُ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا ۝

(رواہ ابن الجوزی)

تم میں اپنی ماں کے پاس ایک چیز بھیجنے والی ہوں اس کو پہنچا دینا (خدا کی قدرت) وہ عورت اسی روز مر گئی جس روز کہ اس نے کہا تھا اور کفن اس کے کفن میں رکھ دیا گیا پھر اس لڑکی نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا۔ اس کی ماں نے کہا کہ اے بیٹی ہمارے پاس فلاں عورت آئی اور مجھے کفن مل گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ (عیون الحکایات)

اس واقعہ سے سماع موتیٰ کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مردوں کو بعض حالات آئندہ بھی معلوم رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ عورت مردہ جس نے کفن مانگا تھا اس عورت کے مرنے کی جس کی معرفت کفن مانگا تھا خبر نہ دیتی اور اس کا خبر دینا ٹھیک نہ ہوتا ۔

مرد ہمت گرچہ میرد زاں نکوتر مے شود
ابر گرہ بر داشت آب از بحر گوہر مے شود

(۱۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا

(رواہ مسلم)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب وہ (اس کو دفن کر کے) پھرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

دیکھئے اگر آیات زیر بحث سے اموات کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر یہ حدیث ان آیات سے معارض ہوئی جس میں زندہ لوگوں کی جوتیوں کی آہٹ مردوں کو سنائی دینے کی اطلاع دی گئی ہے۔ اور حدیث بھی مسلم کی ہے جو نہایت صحیح اور قوی ہے اور کسی آیت سے معارض نہیں ہو سکتی۔ پس معلوم ہوا کہ آیات کے معانی وہ نہیں جو منکرین سماع نے سمجھے ہیں۔ بلکہ وہ معانی ہیں جو مفہوم حدیث کے ساتھ جمع ہو سکیں اور اس سے معارض نہ ہوں۔ یعنی موتیٰ زندوں کی بات کو سن کر اس کا کوئی ایسا جواب نہیں دے سکتے جو عالم ظاہر میں جو اس ظاہری سے مسموع و محسوس ہو سکے چنانچہ اگلی حدیث میں یہ بات مصرح ہے۔

(۱۶) عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ قَالَ بَلَغَنِي

یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ کو یہ ثابت ہوا

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا مَاتَ وَقَدْ بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَتَعَلَّمْهُ بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلٰئِكَةً يُحَفِّظُوْنَهُ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْهُ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ قَبْرِهٖ (رواہ ابن ابی الدنیا)

ہے کہ مسلمان جس وقت مرتا ہے۔ اور کچھ قرآن مجید یاد کرنے کو باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اُس کو باقی قرآن حفظ کرا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ اس کو قبر سے اُٹھاتا ہے

اس روایت سے ثابت ہوا کہ میت میں قبر کے اندر طالب علم کی طرح کچھ پڑھنے اور سیکھنے کی طاقت ہوتی ہے یہ بھی اس کے سماع و تکلم کی دلیل ہے۔

مردوں کے جواب دینے کا ثبوت

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ ۔ (رواہ البخاری)

ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ اُنہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگ جنازے کو لے کر چلتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک لوگوں میں سے ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو۔ اور اگر وہ بُرے لوگوں میں سے ہے تو کہتا ہے کہ خرابی ہے۔ مجھے کہاں لئے جاتے ہو۔ اور اس آواز کو سوائے انسان کے سب سُنتے ہیں۔ اور اگر انسان سُنے تو بے ہوش ہو جائے۔ (مشکوٰۃ)

(عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهُ تَدْعُوْا أَمْوَاتًا قَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ

(رواہ البخاری)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے گڑھے والے مقتولوں کے پاس آئے پھر فرمایا کیا تم لوگوں نے دیکھ لیا جو تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اس پہ سوال کیا گیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ مردوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم ان لوگوں سے زیادہ نہیں سُنتے لیکن وہ جواب نہیں

(۱) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ ھَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ حَقًّا فَاِنِّیْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِیَ اللّٰہُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تُکَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِیْھَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ بِمَا اَقُوْلُ مِنْھُمْ غَیْرَ اَنَّھُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّرُدُّوْا عَلَیَّ شَیْئًا۔

(رواہ مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں ابوجہل وغیرہ کفار قریش مارے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی لاشوں سے مخاطب ہوکر فرمایا اے فلاں بیٹے فلاں کے بھلا جو تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا۔ تم نے حق پایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح نہیں۔ آپ نے فرمایا تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ مگر فرق یہ ہے کہ یہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جو تم سن سکو (مشکوٰۃ)

نہیں دے سکتے (مشکوٰۃ)

یہاں مردوں کے جواب نہ دے سکنے سے یہ مراد ہے کہ وہ اس عالم ظاہر میں عام مسموع ہونے کے قابل جواب نہیں دے سکتے جس کو عام و خاص تمام لوگ ظاہری کانوں سے سن سکیں۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کسی روحانی آواز میں اور باطنی لہجہ میں جواب دیتے ہوں گے جس کو اہل روحانیت اور ارباب باطن سن سکتے ہیں اس کی نفی مقصود نہیں۔ چنانچہ اگلی حدیث اس حدیث کے عموم کی مخصص ہے۔ جس سے دونوں حدیثیں متحد المعنی ہو جاتی ہیں۔

(۱) فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوتی تھیں تو اپنے شوق و اضطراب کو یوں بیان کرتی تھیں ؎

اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِیْ زُرْتُ قَبْرَکَ بَاکِیًا　　اَنُوْحُ وَاَشْکُوْ مَا اَرَاکَ مُجَاوِبٌ

جب میرا شوق بڑھ جاتا ہے تو روتی ہوئی آپ کی قبر کی زیارت کرتی ہوں۔ گریہ وزاری اور شکایت کرتی ہوں اور آپ مجھے کوئی جواب نہیں دیتے۔

اَیَا سَاکِنَ الْغَبْرَاءِ عَلَّمْتَنِی الْبُکَاءَ　　وَذِکْرُکَ اَنْسَانِیْ جَمِیْعَ الْمَصَائِبِ

اے گھنے درختوں والی زمین کے رہنے والے آپ نے مجھے رونا سکھا دیا اور آپ کی یاد نے میری تمام تکلیفوں کو بھلا دیا۔

Marfat.com

فَإِنْ كُنْتَ عَنِّي فِي التُّرَابِ مُغَيَّبًا ... فَمَا كُنْتَ عَنْ قَلْبِ الْحَزِينِ بِغَائِبِ

اگرچہ آپ مجھ سے مٹی میں غائب ہیں لیکن غمگین دل سے تو آپ غائب نہیں ہیں۔

مُردوں کے جواب دینے کا ثبوت

عَنِ الْوَاقِدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُ الشُّهَدَاءَ بِأُحُدٍ فِي كُلِّ حَوْلٍ وَإِذَا بَلَغَ الشِّعْبَ رَفَعَ صَوْتَهُ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ثُمَّ أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ حَوْلٍ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِيْهِمْ وَتَدْعُوْ وَكَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يُقْبِلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَيَقُوْلُ أَلَا تُسَلِّمُوْنَ عَلَى قَوْمٍ يَرُدُّوْنَ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ۔ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ الْخُزَاعِيَّةُ تَقُوْلُ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَغَابَتِ الشَّمْسُ بِقُبُوْرِ الشُّهَدَاءِ وَمَعِيَ أُخْتٌ لِيْ فَقُلْتُ لَهَا تَعَالَيْ نُسَلِّمْ عَلَى قَبْرِ حَمْزَةَ فَقَالَتْ نَعَمْ فَوَقَفْنَا عَلَى قَبْرِهِ فَقُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَسَمِعْنَا كَلَامًا رُدَّ عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَتْ وَمَا قَرُبَنَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ ۔

(رواہ بیہقی)

واقدی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کو جاتے اور جب پہاڑ کے درمیان کے راستہ پر (جس کے پاس شہیدوں کی قبریں ہیں) پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے۔ تم پر سلام ہو۔ بوجہ تمہارے صبر کے کیا اچھا گھر ہے آخرت کا۔ پھر آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہر سال یہی معمول رہا۔ پھر حضرت عمر فاروق کا ہر سال یہی دستور تھا) پھر حضرت عثمان غنی کا بھی یہی معمول تھا) اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہدائے احد کی زیارت کو جاتیں اور دعا فرماتیں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ احد کے شہیدوں کی قبروں پر جاتے اور ان پر سلام کرتے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ تم کیوں نہیں سلام کرتے ایسی قوم پر یعنی ان شہیدوں پر جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں اور فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ ہم شام کے وقت کہ آفتاب ڈوب چکا تھا۔ شہدائے احد کے مزارات پر حاضر ہوئیں اور میری بہن میرے ساتھ تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ آؤ سید الشہداء حمزہ کی قبر پر سلام کرائیں۔ اس نے کہا۔ بہت اچھا تو ہم ان کی قبر شریف پر جا کر کھڑی ہوئیں اور اس

طرح کہا اے رسول اللہ کے چچا - آپ پر سلام - تو ہم نے آواز سنی گویا انہوں نے سلام کا جواب دیا کہ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ - حالانکہ ہمارے قریب کوئی آدمی نہ تھا جس کی آواز کا احتمال ہوتا۔ (بیہقی شرح صدور)

اس روایت سے ذیل کی باتیں ثابت ہوئیں :-

اول - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہدائے احد کی زیارت کے واسطے تشریف لے جانا - اور سلام کرنا -

دوسرے - خلفائے راشدین کا ہر سال ان کی زیارت کے لئے ان کے مزارات پر جانا - اور سلام کرنا -

تیسرے - فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا شہدائے احد کی زیارت کے لئے جانا - اور سلام کرنا -

چوتھے - حضرت سعد بن ابی وقاص اور ان کے اصحاب کا جو صحابہ اور تابعین سے تھے مزارات شہدائے احد کی زیارت کے واسطے جانا اور سلام کرنا -

پانچویں حضرت فاطمہ خزاعیہ کا شہدا کی قبور پر جانا - پھر حضرت حمزہ کی قبر پر سلام کرنا اور جواب سننا -

(۲۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ مَرَّ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَخْبَرُ مَا عِنْدَنَا اَنَّ نِسَاءَكُمْ قَدْ تَزَوَّجْنَ وَدِيَارَكُمْ قَدْ سُكِنَتْ وَاَمْوَالَكُمْ قَدْ فُرِّقَتْ فَاَجَابَهٗ هَاتِفٌ اَخْبَارُ مَا عِنْدَنَا اَنَّ مَا قَدَّمْنَاهُ وَجَدْنَاهُ وَمَا اَنْفَقْنَاهُ فَقَدْ رَبِحْنَاهُ وَمَا خَلَّفْنَاهُ فَقَدْ خَسِرْنَاهُ -

(ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور)

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ بقیع میں گزرے انہوں نے کہا السلام علیکم یا اہل القبور تمہارے لئے ہم کچھ خبر لائے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے اور تمہارے مکانوں میں دوسرے لوگ رہنے لگے اور تمہارے مال خرچ ہو گئے - پس ایک پکارنے والے نے ان کو جواب دیا کہ ہمارے پاس بھی کچھ خبر ہے - اور وہ یہ ہے کہ جو ہم پہلے کر آئے تھے وہ ہم نے پایا اور جو ہم خرچ کر آئے تھے اس کا نفع ہمیں ملا اور جو ہم چھوڑ آئے تھے - اس کو ہم نے ضائع کیا -

اس حدیث سے حضرت عمر کا اہل قبور سے متعلق زندوں کے حال بیان کرنا اور ان کا جواب دینا ثابت ہوتا ہے۔

مدام خیالی انہ ہم نشینی مرا ❊ کہ بینم تو اگر نہ بینی مرا

(۲۳) عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَيُّوْبَ الْخُزَاعِيِّ یحییٰ بن ایوب خزاعی سے روایت ہے کہ میں نے

قَالَ سَمِعْتُ مِنْ يَذْكُرُ اَنَّهُ كَانَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ شَابٌّ مُتَعَبِّدٌ قَدْ لَزِمَ الْمَسْجِدَ وَكَانَ عُمَرُ مُعْجَبًا بِهٖ فَهَوِيَتْهُ اِمْرَأَةٌ اِلَى الْفَاحِشَةِ فَاَبٰى فَمَا زَالَتْ بِهٖ حَتّٰى تُبْحِرَهَا بِهٖ فَتَمَثَّلَتْ لَهُ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلٰى لِسَانِهٖ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ فَمَاتَ مِنْهَا فَدَفَنُوْهُ فَاُخْبِرَ عُمَرُ قَالَ اذْهَبُوْا بِنَا اِلٰى قَبْرِهٖ فَاَتٰى عُمَرُ وَمَنْ مَّعَهٗ اِلَى الْقَبْرِ فَقَالَ عُمَرُ يَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ يَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْهِمَا رَبِّيْ مَرَّتَيْنِ ۔ (رواہ ابن عساکر)

ایک شخص کو سُنا کہ اُس نے ذکر کیا یہ کہ حضرت عمر خطاب کے عہد میں ایک جوان عابد تھا کہ ہمیشہ مسجد میں رہتا تھا اور حضرت عمر تعجب کرتے تھے۔ ایک عورت نے اُس سے بُرے کام کی خواہش کی۔ لیکن اُس نے انکار کیا اور وہ عورت ہمیشہ اُس سے خواہش کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کو بھی خواہش ہوئی پس اُس نے یہ آیت پڑھی۔ وہ لوگ جو ڈر رکھتے ہیں جہاں پڑ گیا اُن پر شیطان کا گزر چونک گئے۔ پس ان کو سوجھ آگئی۔ پھر وہ مرگیا اور لوگوں نے دفن کردیا اور اُس کی خبر حضرت عمر کو دی گئی، انھوں نے فرمایا کہ ہم کو اُس کی قبر پہ لے چلو۔ پس وہ مع ساتھیوں کے اس کی قبر پر آئے اور فرمایا۔ کہ اے فلاں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ یعنی جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے اُس کے واسطے دو باغ ہیں۔ اُس جوان نے قبر سے جواب دیا کہ اے عمر ہم کو خدا تو باغ دو دیئے۔

اس حدیث سے تین باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اول حضرت عمر کا مردے سے بولنا۔ دوسرا مُردہ کا جواب دینا۔ تیسرا مردہ سے بولنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مخصوص نہیں تھا۔ جیسے سماع موتے کے منکر تاویل کرتے ہیں بلکہ صحابہ کا موتے سے ہم کلام ہونا بھی ثابت ہے۔

(۲۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ وَعِنْدَهٗ وَدِيْعَةٌ لِمُسْلِمٍ وَكَانَ لِلْيَهُوْدِيِّ ابْنٌ مُّسْلِمٌ فَلَمْ يَعْرِفْ مَوْضِعَ وَدِيْعَتِهٖ فَاَخْبَرَ شُعَيْبًا الْجُبَّائِيَّ فَقَالَ ائْتِ بَرَهُوْتَ مَوْضِعًا بِالْيَمَنِ فَاِنَّ فِيْهَا بِئْرًا هُنَاكَ فَادْعُ اَبَاكَ فَاِنَّهٗ يُجِيْبُكَ فَاسْئَلْهُ عَمَّا تُرِيْدُ فَفَعَلَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ

عمر بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک یہودی مرگیا اور اس کے پاس ایک مسلمان کی امانت تھی اور اُس یہودی کا ایک بیٹا تھا جو مسلمان تھا اور اُس کو نہیں معلوم تھا کہ وہ امانت کس جگہ ہے۔ یہ حال اُس نے شعیب جبائی سے بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ تم یمن کے موضع برہوت میں جاؤ۔ اور اُس میں فلاں جگہ ایک کنواں ہے پس تم اس میں اپنے باپ کو پکارو۔ وہ تم کو جواب دیں گے پھر جو چاہو اُن سے سوال کرو۔ پس اس شخص نے ایسا

Marfat.com

وَمَضٰى حَتّٰى اَتَى الْعَيْنَ فَدَعَا اَبَاهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَاَجَابَهٗ فَقَالَ اَيْنَ وَدِيْعَةُ فُلَانٍ قَالَ تَحْتَ اُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ ۵

(رواہ ابن ابی الدنیا)

کہا اور روانہ ہوا حتّٰی کہ اس چشمے پر آیا پھر دو یا تین مرتبہ اپنے باپ کو پکارا، اُس نے جواب دیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ فلاں شخص کی امانت کہاں ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ دروازے کی چوکھٹ کے نیچے ہے، اور کہا کہ وہ اس کو دے دو"

(۲۵) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَرْزُوْقٍ قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ بِالْمَدِيْنَةِ يُقَالُ لَهَا اُمُّ مِحْجَنٍ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَتْ فَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلٰى قَبْرِهَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوْا اُمُّ مِحْجَنٍ قَالَ النَّبِيُّ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ قَالُوْا نَعَمْ فَصَفَّ النَّاسَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اَيَّ الْعَمَلِ وَجَدْتِ اَفْضَلَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَسْمَعُ قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهَا فَذَكَرَ اَنَّهَا اَجَابَتْهُ قَمُّ الْمَسْجِدِ ۵

(اصبہانی)

عبید بن مرزوق سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی جس کو لوگ ام محجن کہتے تھے اور وہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی بیچاری مرگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی خبر نہ تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر گزرے اور آپ نے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ لوگوں نے کہا ام محجن کی۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں پس آپ نے لوگوں کی صف کھڑی کی اور اس پر نماز پڑھی۔ پھر اس عورت سے پوچھا کہ تو نے کونسا کام بہتر پایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم اُس سے زیادہ نہیں سنتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اُس نے یہ جواب دیا کہ میں نے مسجد کی جاروب کشی کو بہتر پایا (ترغیب و ترہیب)

اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردے سے مثل زندوں کے سوال کرنا اور مُردے کا اس سوال کو سننا اور جواب دینا ثابت ہوتا ہے۔

(۲۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهٗ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهٗ وَاِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهٗ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتّٰى يَقُوْمَ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ملاقاتی کی قبر سے گزرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اُسے پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ اگر ایسی قبر سے گزرتا ہے جس سے اُس کی دُنیا میں شناسائی نہ تھی تو صاحب قبر اس کے سلام کا بھی

Marfat.com

رواہ ابن ابی الدنیا۔

(سیوطی وبیہقی)

(۲۷) عَنْ هِشَامِ الْمِقْسَابَادِيِّ عَنْ اَبِيهِ مِنْ جَدِّهِ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ قَاضِيْ نَيْسَابُوْرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ عِنْدَ هٰذَا حَدِيْثٌ عَجِيْبٌ فَقَالَ لَهٗ يَا هٰذَا وَمَا هُوَ قَالَ اِعْلَمْ اِنِّيْ كُنْتُ رَجُلًا نَبَّاشًا اَنْبُشُ الْقُبُوْرَ فَمَاتَتْ اِمْرَاَةٌ فَذَهَبْتُ لِاَعْرِفَ قَبْرَهَا فَصَلَّيْتُ عَلَيْهَا فَلَمَّا جَنَّ اللَّيْلُ ذَهَبْتُ لِاَنْبُشَ عَنْهَا وَضَرَبْتُ يَدِيْ اِلٰى كَفَنِهَا لِاَسْلُبَهَا فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَسْلُبُ اِمْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَتْ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّكَ مِمَّنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَفَرَ لِمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

جواب دیتا ہے۔ اور اس کے چلے جانے تک یہی کیفیت رہتی ہے۔

ہشام مقسابادی اپنے باپ سے وہ اپنے دادا ابراہیم سے جو نیشاپور کے قاضی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا۔ اُس کی عجیب سرگزشت ہے۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں ایک شخص کفن چور تھا۔ قبر کھود کر مُردوں کے کپڑے اُتار لیتا تھا۔ ایک عورت کا انتقال ہوا۔ میں اس کے جنازے میں قبر کے پہچاننے کی غرض سے شریک ہوا۔ اور اُن پر نماز بھی پڑھی۔ جب اندھیری رات ہوئی تو میں نے جاکر قبر کو کھودا اور کفن پر ہاتھ ڈالا کہ کھینچ لوں۔ تو وہ بی بی صاحبہ بولیں۔ سبحان اللہ کیا تعجب ہے کہ ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کے کپڑے اتار رہا ہے پھر کہا کہ تو نے میرے جنازے کی نماز نہیں پڑھی ہے اور بے شک جس جس نے میرے جنازے کی نماز پڑھی ہے اس کی مغفرت ہوگئی اور وہ بخش دیا گیا۔

(۲۸) اس روایت سے یہ چار گرانقدر نکتے معلوم ہوئے (۱) مردہ کو زندہ شخص کے تصرف کا احساس ہوتا ہے (۲) مردہ باذن حق کلام کر سکتا ہے (۳) مردہ کو زندگی کی نسبت زیادہ ادراک وعلم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس عورت کو نباش کے جنتی ہونے کا علم ہوگیا۔ (۴) بعض اوقات ریاکارانہ عمل بھی بارگاہ حق میں قبول ہوجاتا ہے چنانچہ نباش محض قبر کا سراغ لینے کے لئے شامل نماز ہوا تھا۔ مگر وہ نماز بھی مقبول ہو کر اس کے جنتی ہونے کی ذریعہ بن گئی۔ اسی بنا پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ریا کے لئے عمل کرنے والا عمل نہ کرنے والے سے اچھا ہے۔ کیونکہ اس کی ریا کے مبدل اخلاص ہونے کی امید ہے اور عمل نہ کرنے والے سے کچھ بھی امید نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ خِبَاءَهٗ عَلٰى قَبْرٍ وَهُوَ لَا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ بعض صحابہ نے ایک قبر پر خیمہ گاڑا اور ان کو یہ معلوم

Marfat.com

يَحْسَبُ اَنَّهٗ قَبْرٌ فَاِذَا فِيْهِ اِنْسَانٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْمُلْكِ حَتّٰى خَتَمَهَا فَاَتَى النَّبِيَّ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هِيَ الْمُنْجِيَةُ هِيَ الْمَانِعَةُ تُنْجِيْهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

(رواہ الترمذی والحاکم والبیہقی)

نہیں تھا کہ یہ قبر ہے۔ اس میں ایک شخص سورۂ ملک پڑھتے ہوئے سُنا حتی کہ اس نے اس سورت کو ختم کیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا یہ سورت نجات دلانے والی ہے عذاب کو دور کرنے والی ہے۔ اس کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ مُردہ قبر میں سورۃ پڑھتا تھا، تو آپ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(۲۹) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ لَقِيَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَقَالَ اِنْ مُتَّ قَبْلِيْ فَاَخْبِرْنِيْ بِمَا تَلْقٰى وَاِنْ مُتُّ قَبْلَكَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا اَلْقٰى، قَالَ كَيْفَ وَقَدْ مُتَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْجَسَدِ كَانَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى جَسَدِهٖ فَقَضٰى اَنَّ سَلْمَانَ مَاتَ فَرَاٰهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ اَيَّ شَيْءٍ وَجَدْتَهٗ اَفْضَلَ، قَالَ رَاَيْتُ لِلْمُتَوَكِّلِ شَيْئًا عَجِيْبًا (سعید بن منصور فی سنن وابن جریر الطبری فی کتاب الادب)

مغیرہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی کی حضرت عبد اللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ سے فرمایا تم مجھ سے پہلے مرو تو اپنے ماجرے کی مجھے خبر دو اور اگر میں تم سے پہلے مروں تو اپنی سرگزشت کی تمہیں آکر اطلاع دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ بحالیکہ میں مردہ ہوں۔ فرمایا جب روح جسم سے نکل جاتی ہے۔ تو آسمان و زمین کے مابین ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے جسم میں دوبارہ لائی جاتی ہے تقدیر سے۔ سلمان رضی اللہ عنہ کا انتقال پہلے ہوا۔ تو اُن کو عبد اللہ بن سلام نے خواب میں دیکھا۔ اُنہوں نے پوچھا تم نے کس چیز کو افضل اور بہتر پایا۔ فرمایا توکل کو عجیب چیز پایا۔

(۳۰) عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا تُوُفِّيَتِ امْرَاَتُهٗ فَرَاٰى نِسَاءً فِي الْمَنَامِ وَلَمْ يَرَ امْرَاَتَهٗ مَعَهُنَّ فَسَاَلَهُنَّ عَنْهَا فَقُلْنَ اِنَّكُمْ قَصَّرْتُمْ فِيْ كَفَنِهَا فَهِيَ تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَخْرُجَ مَعَنَا، فَاَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ

راشد بن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص کی بیوی مرگئی تھی۔ اُس نے عورتوں کو خواب میں دیکھا لیکن اپنی زوجہ کو اُن کے ساتھ نہیں دیکھا۔ اُس نے اُن سے اپنی بیوی کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ چونکہ تم نے اس کو چھوٹا کفن دیا تھا۔ اس واسطے وہ ہمارے ساتھ نکلنے

چھوٹا کفن

Marfat.com

فَأَخْبَرَهُ قَالَ النَّبِيُّ اُنْظُرْ هَلْ إِلَىٰ نَعْتِهِ مِنْ سَبِيْلٍ فَأَتَىٰ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَدْ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ لَئِنْ أَحَدٌ يَبْلُغُ الْمَوْتَىٰ بَلَغْتُ فَتُوُفِّيَ الْأَنْصَارِيُّ فَجَاءَ بِثَوْبَيْنِ مَصْبُوْغَيْنِ بِالزَّعْفَرَانِ فَجَعَلَهُمَا فِيْ كَفَنِ الْأَنْصَارِيِّ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ رَأَى النِّسْوَةَ وَ مَعَهُنَّ امْرَأَتُهُ وَعَلَيْهَا الثَّوْبَانِ الْأَصْفَرَانِ (رواه ابن ابی الدنیا)

سے عزم کرتی ہے۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس حال کو بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی معتمد مرنے والا ہو تو اس کی معرفت بھیج دو۔ پس وہ ایک مرد انصار کے پاس آیا جو مرنے کے قریب تھا۔ یہ حال اس سے بیان کیا۔ انصاری نے کہا کہ اگر کوئی مردہ کے پاس پہنچا سکتا ہے تو ہم بھی پہنچا دیں گے اور وہ پھر مر گیا۔ پس وہ دو کپڑے زعفران کے رنگے ہوئے لایا اور ان کو انصاری کے کفن میں دے دیا۔ پھر جب رات ہوئی تو اس نے عورتوں کو دیکھا اور ان کے ساتھ اپنی بیوی کو اور اس پر وہ دونوں رنگین کپڑے تھے۔

اس حدیث سے (بشرطیکہ صحیح ہو) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک شخص نے انصاری صحابی کو ان کے مرنے کے بعد دو کپڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس واسطے حوالہ کئے کہ وہ اس کی بیوی کو دے دیں جو مر گئی تھی۔ چنانچہ ان صحابی نے وہ کپڑے اس عورت کو دے دئے اور وہ عورت اس کو پہن کر پہلے پھرنے لگی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردہ کو چھوٹا کفن نہیں دینا چاہیئے۔ ورنہ اس مردہ کو اپنے ساتھیوں میں شرمندگی حاصل ہوتی ہے۔ آگے اس کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے۔

(۳۱) عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جُثَّامَةَ وَعَوْفَ بْنَ مَالِكٍ كَانَا مُتَوَاخِيَيْنِ فَقَالَ الصَّعْبُ بْنُ جُثَّامَةَ أَيْ أَخِيْ أَيُّنَا مَاتَ قَبْلَ صَاحِبِهِ فَلْيَتَرَاءَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَمَاتَ صَعْبٌ فَرَآهُ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَأَنَّهُ قَدْ أَتَاهُ قَالَ قُلْتُ أَيْ أَخِيْ مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ قَالَ غَفَرَ لَنَا بَعْدَ الْمَصَائِبِ قَالَ وَرَأَيْتُ لُمْعَةً سَوْدَاءَ

شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ صعب بن جثامہ اور عوف بن مالک منہ بولے بھائی تھے۔ صعب بن جثامہ نے کہا کہ اے میرے بھائی جو کوئی ہم میں سے پہلے مرے تو اس کو چاہیئے کہ دوسرے سے خواب میں ملاقات کرے۔ اس نے کہا بہت خوب۔ صعب مر گئے اور عوف نے صعب کو خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا، اے میرے بھائی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عذاب کے بعد بخش دیا۔ اور وہ کہتے ہیں

Marfat.com

فِیْ عُنُقِهٖ قُلْتُ اَیْ اَخِیْ مَا هٰذِهٖ
قَالَ عَشَرَةُ دَنَانِیْرَ اَسْتَلَفْتُهَا مِنْ
فُلَانِ الْیَهُوْدِیِّ فَهُنَّ فِیْ قَرْنِیْ
فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهَا وَاعْلَمْ اَیْ اَخِیْ
اَنَّهٗ لَمْ یَحْدُثْ فِیْ اَهْلِیْ حَدَثٌ
بَعْدُ اِلَّا لَحِقَ بِیْ خَبَرُهٗ حَتّٰی هِرَّةٌ
لَنَا مَاتَتْ مُنْذُ اَیَّامٍ وَاعْلَمْ اَنَّ
بِنْتِیْ تَمُوْتُ اِلٰی سِتَّةِ اَیَّامٍ
فَاسْتَوْصُوْا بِهَا مَعْرُوْفًا فَلَمَّا
اَصْبَحْتُ قُلْتُ اِنَّ فِیْ هٰذِهٖ
لَمَعْلَمًا فَاَتَیْتُ اَهْلَهٗ فَقَالُوْا
مَرْحَبًا بِعَوْنٍ هٰکَذَا تَصْنَعُوْنَ
بِتَرِکَةِ اِخْوَانِکُمْ وَتَعَلَّلْتُ
بِمَا یَعْتَلُّ بِهِ النَّاسُ فَنَظَرْتُ
اِلَی الْقَرْنِ فَاَنْزَلْتُهٗ فَانْتَثَلْتُ مَا
فِیْهِ فَوَجَدْتُ الصُّرَّةَ الَّتِیْ فِیْهَا
الدَّنَانِیْرُ فَبَعَثْتُ اِلَی الْیَهُوْدِیِّ
فَقُلْتُ هَلْ لَكَ عَلٰی صَعْبٍ شَیْءٌ قَالَ
رَحِمَ اللّٰهُ صَعْبًا کَانَ مِنْ خِیَارِ
اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ
سَلَّمَ هِیَ لَهٗ قُلْتُ لَتُخْبِرُنِیْ قَالَ
نَعَمْ اَسْلَفْتُهٗ عَشَرَةَ دَنَانِیْرَ
فَنَبَذْتُهَا اِلَیْهِ قَالَ هِیَ وَاللّٰهِ بِاَعْیَانِهَا
قُلْتُ هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ قَالَ قُلْتُ
هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ قَالَ قُلْتُ هَلْ

کہ ہم نے ایک دھبہ سیاہ ان کی گردن میں دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ اے میرے بھائی یہ کیا ہے انہوں نے کہا میں نے دس دینار فلاں یہودی سے قرض لئے تھے اور وہ میرے گھر میں ترکش کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اس یہودی کو دے دو۔ اور میرے بھائی تم جانو کہ کوئی واقع میرے بعد میرے گھر میں ایسا نہیں ہوا ہے کہ جس کی خبر مجھ کو نہ ہوئی ہو۔ حتی کہ چند روز ہوئے کہ میری ایک بلی مرگئی ہے۔ اور اس کا بھی حال مجھ کو معلوم ہوگیا اور اے میرے بھائی تم جانو کہ میری لڑکی چھ روز میں مرجائے گی پس اس کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت سن لو۔ وہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا ان پیغامات میں اطلاع ہے پس میں ان کے گھر پر آیا۔ ان لوگوں نے کہا۔ مرحبا۔ ایسا ہی تم سلوک سب اپنے بھائی کے پسماندگان کے ساتھ کرتے ہو۔ میں نے عذر کیا۔ جس طرح سے لوگ عذر کرتے ہیں۔ اور میں نے ترکش کو دیکھا۔ تو میں نے اس کو اتارا۔ اور میں نے نکالا جو اس میں تھا۔ میں نے اس میں ایک تھیلی پائی جس میں وہ سب دینار تھے۔ میں نے یہودی کو بھیج کر بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارا کچھ صعب کے ذمے باقی ہے تو اس یہودی نے کہا کہ اللہ صعب پر رحم کرے۔ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نیک صحابی تھے۔ جو ان کے ذمہ تھا وہ میں نے ان کے لئے چھوڑا۔ میں نے کہا کہ تم مجھے بتاؤ۔ اس نے کہا ہاں میں نے ان کو دس دینار قرض دیئے تھے۔ میں نے اس تھیلی کو اس کے سامنے ڈال دیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بجنسہٖ وہی ہے۔ تو میں نے صعب کے گھر والوں سے کہا کہ یہ ایک خبر ہوئی۔ پھر میں نے پوچھا کہ صعب کے

Marfat.com

حَدَثَ فِیْکُمْ حَدَثٌ بَعْدُ الْمَوْتِ صَعْبُ قَالُوْا نَعَمْ حَدَثَ فِیْنَا کَذَا حَدَثَ فِیْنَا کَذَا قَالَ قُلْتُ اُذْکُرُوْا قَالُوْا نَعَمْ هِرَّةٌ مَاتَتْ لَنَا مُنْذُ اَیَّامٍ فَقُلْتُ هَاتَانِ اِثْنَتَانِ قُلْتُ اَیْنَ اِبْنَةُ اَخِیْ قَالُوْا تَلْعَبُ فَاَتَیْتُ بِهَا فَمَسَحْتُهَا فَاِذَا هِیَ مَحْمُوْمَةٌ فَقُلْتُ اِسْتَوْصُوْا بِهَا مَعْرُوْفًا فَمَاتَتْ لِسِتَّةِ اَیَّامٍ ہ

مرنے کے بعد تمہارے گھر میں کوئی واقعہ ہوا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہاں فلاں فلاں واقعہ ہوا ہے۔ پس میں نے کہا کہ اور یاد کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ چند روز ہوئے کہ ایک بلی مرگئی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ یہ دوسری خبر ہوئی پھر میں نے پوچھا کہ میرے بھائی کی لڑکی کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ کھیلتی ہے۔ پس اس کو لے آئے اور میں نے چھوا تو اس کو بخار تھا۔ پس میں نے کہا کہ اس کے ساتھ نیکی کرو۔ پس وہ چھٹے روز مرگئی (کتاب الروح)

اس روایت سے مکالمات ارواح کے ثبوت کے علاوہ یہ چند دیگر امور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چیدہ اصحاب میں سے تھے۔ حسب وعدہ اپنے انتقال کے بعد حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور اپنے حالات سے ان کو خبر دی۔ دوم یہ کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کو انتقال کے بعد اپنے گھر کے سب حالات معلوم ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بلی کے مرنے کا حال معلوم ہو گیا تھا سوم یہ کہ بعض حالات آئندہ بھی اُن کو معلوم تھے۔ جیسا کہ اپنی لڑکی کی موت سے اُنہوں نے یہ خبر دی کہ چھ روز میں مرجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا کہ وہ چھٹے روز مرگئی ہے۔

تماشائے جہاں اہل عدم را در نظر باشد
تواں از کلبۂ تاریک دیدن حالِ بیروں را

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ارواح کا اجسام اختیار کرلینا اور زندہ لوگوں کے سے کام کرنا

(۳۲) وَاِذَا مَاتَ انْقَطَعَتِ الْعَلَاقَاتُ وَرَجَعَ اِلٰی مِزَاجِهٖ فَیَلْحَقُ بِالْمَلٰئِکَةِ وَصَارَ مِنْهُمْ وَاُلْهِمَ کَاِلْهَامِهِمْ وَسَعٰی فِیْمَا یَسْعَوْنَ وَرُبَمَا اشْتَغَلَ هٰؤُلَاءِ بِاِعْلَاءِ کَلِمَةِ اللّٰهِ وَ نَصْرِ حِزْبِ اللّٰهِ وَرُبَمَا کَانَ لَهُمْ لَمَّةُ خَیْرٍ بِابْنِ اٰدَمَ وَرُبَمَا اشْتَاقَ بَعْضُهُمْ

موت کے بعد آدمی کے علاقے ٹوٹ جاتے ہیں اور رجوع کرتا ہے اپنے مزاج کی طرف اور مل جاتا ہے فرشتوں سے اور ہو جاتا ہے انہیں میں سے اور اُس پر الہام ہوتا ہے جیسے فرشتوں پر اور جس کام میں فرشتے سعی کرتے ہیں۔ وہ بھی سعی کرتا ہے اور کبھی مشغول ہوتے ہیں یہ لوگ اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اللہ کے گروہ کی مدد کرنے میں۔ اور کبھی نیک خبر پہنچاتے ہیں آدمیوں کو۔ اور کبھی

إِلٰى صُوْرَةٍ جَسَدِيَّةٍ اِشْتِهَاءً شَدِيْدًا نَاشِئًا مِّنْ أَصْلِ جِبِلَّتِهٖ فَقَرَعَ لِذٰلِكَ بَابًا مِّنَ الْمِثَالِ وَاخْتَلَطَتْ بِهٖ قُوَّةٌ مِّثْلُهٗ بِالنَّسَمَةِ الْهَوَائِيَّةِ وَصَارَ كَالْجَسَدِ النُّوْرَانِيِّ وَرُبَّمَا اشْتَاقَ بَعْضُهُمْ إِلٰى طُعُوْمٍ وَّنَحْوِهٖ فَأَمْعَنَ فِيْمَا اشْتَهٰى قَضَاءً لِّتَشَوُّقِهٖ ؎

کوئی مشتاق ہوتا ہے۔ صورت جسمیہ پکڑنے کو بلحاظ اصل خلقت کے پس وہ ایک صورت مثالی اختیار کر لیتا ہے۔ اور عالم مثال سے ایک قوت اس کی ہوا کی روح سے مل جاتی ہے۔ پس وہ مثل جسم نورانی کے ہو جاتا ہے۔ اور کوئی مشتاق ہوتا ہے کھانے وغیرہ کا۔ پس وہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

دیکھئے اس بیان کی رو سے اموات اور زندہ میں کچھ فرق باقی نہ رہا۔ اور یہ بیان کس محدث کبیر اور فقیہ شہیر کا ہے۔ جس کے ثقہ ہوتے ہیں شبہ کا امکان ہی نہیں۔ اور یہ بیان اس کتاب میں درج ہے جس کو نہ صرف حنفیہ بلکہ وہابیہ بھی سرمہ چشم بنائے ہوئے ہیں یعنی حجۃ اللہ البالغہ۔ اب فرمائیے سماع اموات میں کیا شک رہا؟

مولانا شاہ عبدالعزیز سماع اموات کی تائید میں

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

سوال۔ چہ مے فرمایند علمائے دین اندریں معنی کہ بعد موت انسان را ادراک وشعور باقی مے ماند چنانچہ زائرین قبور خود را شناسد وسلام وکلام شاں شنود یا نہ؟

جواب:۔ انسان را بعد موت شعور وادراک باقی مے ماند دریں معنی شرع شریف وقواعد فلسفی اجماع دارد اما شرع شریف پس عذاب القبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است وتفصیل آں دفترے طویل مے خواہد در کتاب شرح الصدور فی احوال القبور تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی و دیگر کتب حدیث باید دید و اثبات عذاب القبر در کتب کلامیہ از مباحث عمدہ است حتیٰ کہ بعض اہل کلام منکراں را تکفیر کردہ اند

سوال:۔ علمائے دین اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ انسان کو مرنے کے بعد ادراک وشعور باقی رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے زائرین قبور کو پہچان لیتا ہے اور ان کے سلام وکلام کو سن لیتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ انسان کو مرنے کے بعد شعور وادراک باقی رہتا ہے۔ اور اس بارے میں شرع شریف اور قواعد فلسفیہ کا اتفاق ہے شرع میں تو عذاب قبر اور ثواب قبر ثابت ہے۔ اور اس کی تفصیل ایک بڑا دفتر چاہتی ہے۔ کتاب شرح الصدور فی احوال القبور تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی اور دیگر کتب حدیث دیکھنی چاہئیں۔ اور کتب کلامیہ میں اثبات عذاب قبر اعلیٰ مباحث سے ہے۔ حتیٰ کہ بعض اہل کلام نے اس کے منکروں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ عذاب

وتنعیم بغیر ادراک وشعور نمی تواند شد و نیز در
احادیث صحیحہ مشہورہ در باب زیارت قبور و سلام
بر موتی و ہمکلامی با نہا کہ انتم سلفنا و نحن بالا
الاثر و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون ثابت
است در بخاری و مسلم موجود است کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم با کفاریکہ در بدر کشتہ شدہ
بودند خطاب فرمودند
هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا
مردم عرض کردند کہ یا رسول اللہ آتکلمہم
مِنْ اَجْسَادٍ لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ فرمودند کہ
مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يُجِيبُوْنَ
و در قرآن مجید ثابت است لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ
يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا
اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ بلکہ احوال پسماندگان
ہم خورسندی و استبشار ثابت است ۔ وَ
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا
بِهِمْ بالجملہ انکار شعور و ادراک
در اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن
او شبہ نیست واما قواعد فلسفی پس بقاء روح
بعد از مفارقت و بقاء شعور و ادراک و لذات
روحانی و آلام روحانی مجمع علیہ فلاسفہ است الا
جالینوس و لہذا او را در فلاسفہ نشمردہ اند ظاہر
ست کہ بدل و اما در تحلیل ست و روح در شعور
و ادراک دائما در ترقی پس مفارقت بر آں در سلب

و ثواب بغیر ادراک و شعور کے ممکن نہیں اور نیز احادیث
صحیحہ مشہورہ قبور کی زیارت کرنے اور مردوں کو سلام
کرنے اور ان کے ساتھ ہم کلامی میں مثلاً تم پہلے چلے
گئے اور ہم انشاء اللہ تمہارے پیچھے آنے والے ہیں
ثابت ہیں ۔ اور بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے ۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کفار سے جو جنگ
بدر میں مقتول ہوئے تھے ۔ خطاب فرمایا ۔ کہ
"کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدے کو درست پایا"
لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ان اجسام
سے گفتگو فرماتے ہیں جن میں روح نہیں ہے فرمایا تم
ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو ۔ لیکن وہ جواب
نہیں دیتے ۔ اور قرآن مجید میں ثابت ہے ۔ کہ
اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والوں کو مردہ نہ کہو
بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے
جاتے ہیں اللہ نے جو ان پر فضل فرمایا ہے اس سے
خوش ہیں بلکہ پسماندگان کے حالات سے بھی ان کی خوشنودی اور
بشارت پائی ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے اور وہ خوشیاں
حاصل کرتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو ابھی ان سے نہیں
ملے ۔ غرض اموات کے شعور و ادراک سے انکار
کرنا اگر کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں شبہ نہیں
لیکن قواعد فلسفی پس روح کے جسم سے نکلنے کے
بعد باقی رہنے اور اس کے ادراک و شعور کے قائم
رکھنے اور لذات و آلام روحانی پر فلاسفہ کا اتفاق
ہے ۔ سوائے جالینوس کے اور اسی لئے اس کو
فلاسفہ میں شمار نہیں کیا جاتا ۔

Marfat.com

ادراک و شعور را او چہ قسم تاثیر تواند کرد۔

(فتاویٰ عزیزی - جلد اول)

و ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ تنزل میں ہے اور روح ہمیشہ شعور و ادراک کے لحاظ سے ترقی میں ہے پس جسم سے اس کا جدا ہونا ادراک و شعور کے سلب میں کیا تاثیر کر سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فتاویٰ میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ادراک و شعور اہل قبور بعد موت و در بعض امور زیادہ مے شود و در بعضے کم۔ آنچہ تعلق با امور غیب دارد، ادراک آنہا زیادہ است و آنچہ تعلق در امور دنیویہ باشد ادراک آنہا کم و سبب آن است کہ التفات و توجہ ایشاں در امور غیب زیادہ است و در امور دنیویہ کم، بایں جہت تفاوت واقع مے شود الا اصل ادراک و شعور یکساں است بلکہ اگر تامل کردہ شود در دنیا نیز بسبب توجہ و التفات زیادتی و کمی در شعور و ادراک واقع شود چنانچہ دقائق علمیہ را وکلاء دربار بسیار کم مے فہمند و لذائذ طعام و محاسن نساء و کیفیت نغمات و اوتار را امیر زادہ ہا خوب ادراک مے کنند و علماء و فضلاء در ادراک آں چیزہا بسیار قاصر اند، ایں ہمہ بسبب قلت توجہ و التفات است و کثرت آں۔

اہل قبور کا ادراک و شعور موت کے بعد بعض امور میں زیادہ ہو جاتا ہے اور بعض میں کم۔ چنانچہ جس چیز کو تعلق امور غیب سے ہے۔ اس میں ادراک و شعور اہل قبور کا زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ التفات اور توجہ اہل قبور کی امور غیبیہ میں زیادہ ہوتی ہے اور دنیاوی امور میں کم یہ فرق اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اہل قبور کا ادراک و شعور امور غیبیہ کے متعلق زیادہ ہوتا ہے اور دنیاوی امور دونو کے متعلق یکساں رہتا ہے۔ بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بھی بحالت حیات باعتبار توجہ و التفات کے ادراک و شعور میں کمی و زیادتی ہوا کرتی ہے یعنی جس کی توجہ و التفات جس امر کی جانب زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا ادراک و شعور بھی اس امر میں زیادہ ہوتا اور جس کی توجہ و التفات اس امر کی جانب کم ہوتی ہے۔ اس کا ادراک و شعور بھی اس امر میں کم ہوتا ہے چنانچہ امرائے دربار علمی باریکیوں کو کم سمجھتے ہیں اور امیر زادے لذائذ طعام محاسن نساء اور گانے بجانے کی کیفیتوں کو خوب جانتے ہیں اور علماء و فضلاء ان کے ادراک میں بہت قاصر ہیں۔ یہ سب فرق توجہ و التفات کی قلت و کثرت کی وجہ سے ہے۔

پھر اس سے آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

سوال: اگر ادراک و شعور مے ماند بقدر حیات مے ماند یا زیادہ کم مے شود؟

سوال:۔ اگر ادراک و شعور باقی رہتا ہے تو زندگی کی مقدار پر رہتا ہے یا کم و زیادہ ہوتا ہے؟

Marfat.com

جواب :- ادراک وشعور اہل قبور بعد از موت در بعضے امور زیادہ مے شود و بعضے کم در آنچہ تعلق با مور غیبیہ دارد ادراک آں ہا زیادہ است و در آنچہ متعلق با مور دنیویہ باشد ادراک آنہا کم پیش آں است کہ التفات و توجہ ایشاں در امور غیبیہ زیادہ است واز امور دنیویہ التفات و توجہ کم ازیں جہت تفاوت واقع مے شود والا اصل ادراک و شعور یکساں ست بلکہ اگر تامل کردہ شود در دنیا نیز بسبب توجہ التفات زیادتی وکمی در شعور و ادراک واقع مے شود، چنانچہ دقائق علمیہ را وکلائے دربار بسیار کم مے فہمند و لذائذ طعام و محاسن نساء و کیفیت نغمات و اوتار را امیر زادہ ہا خوب ادراک مے کنند و علماء و فضلاء در ادراک آں چیزہا بسیار قاصر اند و ایں ہمہ بسبب قلت توجہ و التفات ست و کثرت آں۔

جواب :- اہل قبور کا ادراک و شعور موت کے بعد بعض امور میں زیادہ ہو جاتا ہے اور بعض میں کم۔ جو باتیں امور غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا ادراک زیادہ ہے اور جو دنیوی امور سے تعلق رکھتی ہیں ان میں ان کا ادراک کم ہے اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ان کی التفات و توجہ امور غیبیہ میں زیادہ ہے اور دنیوی امور میں التفات و توجہ کم اس لحاظ سے فرق واقع ہو جاتا ہے۔ ورنہ اصل ادراک و شعور برابر ہے بلکہ اگر تامل کیا جائے تو دنیا میں بھی بسبب توجہ التفات کے زیادتی و کمی شعور و ادراک میں واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ دربار کے اہلکار علمی باریکیوں کو کم سمجھتے ہیں اور طعام کی لذتوں عورتوں کی خوبیوں گانے بجانے کی کیفیتوں کو امیر زادے خوب سمجھتے ہیں اور علماء و فضلاء ان چیزوں کے ادراک میں بہت قاصر ہیں۔ اور یہ سب ان کی توجہ و التفات کی کمی و بیشی کا سبب سے ہے۔

شہدا کی حیاتِ برزخیہ

شہیدوں کی حیاتِ برزخیہ عام مسلمانوں کی حیات سے اعلیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران رکوع ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے :-

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں کام آئے تم ان کو مردہ ہرگز نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

سورۃ بقرہ رکوع ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور نہ کہو جو لوگ مارے جائیں اللہ کے راستے میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔

Marfat.com

(۳) مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

نگوئید در حقِ کسے کہ کشتہ شود در راہِ خدا و رجہاد کہ ایشاں مُردہ اند۔ روح چنانچہ عامل قویٰ بود حالا ہم ہست و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر زیرا کہ تدبیرِ بدن و توجہ بامورِ سفلانیہ او را از صفائی ادراک مانع مے شود چوں از بدن جُدا شد آں مانع مرتفع گشت پس درحقیقت حیاتِ ایشاں اتم از حیاتِ دنیوی است ولکن لَا تَشْعُرُوْنَ لیکن شما شعور ندارید کہ ایشاں در ترقی اعمال و در تمتعات و تلذذاتِ بدنی با شما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آں ابدانِ ایشاں از نظرِ شما غائب اند و در عالمِ دیگر سوائے عالمِ شما رزقِ ایشاں و سیر و دورِ ایشاں مقرر است مانند کسیکہ در ولایت میوہا مے خورد و سیر گلزار مے نماید۔ اہلِ ہند چوں اورا نہ بینند مُردہ انگارند۔

اس شخص کے بارے میں جو راہِ خدا میں جاں بحق تسلیم ہو لفظ مُردے کا اطلاق نہ کرو۔ چنانچہ روح جو قویٰ کی عامل تھی اب بھی ویسی ہے اور ادراک اور سمجھ جو رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے بلکہ زیادہ صاف اور زیادہ روشن اس لئے کہ بدن کا انتظام اور امورِ سفلی کی طرف رجحان اس کو صفائی ادراک سے رکاوٹ کا باعث تھے جب بدن سے سلسلہ منقطع ہو گیا وہ باعثِ رکاوٹ بھی معدوم ہوا۔ فی الحقیقت ان کی زندگی دنیوی زندگی سے زیادہ کامل ہے مگر تم اس سے ناآشنا ہو۔ بلکہ تم عقل سے ادراک نہیں کر سکتے کہ وہ اعمال کی ترقی اور لذتِ نفسانی سے متمتع ہونے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ طور پر اس سبب سے کہ ان کے اجسام تمہارے نظر سے غائب ہیں اور ایک دوسرے عالم میں سوائے اس تمہارے عالمِ فانی کے ان کا رزق اور سیر و سیاحت مقرر ہے۔ مثل اس شخص کے جو ولایت میں میووں سے متلذذ ہوتا ہے اور سیرِ چمن میں بھی مصروف، باشندگانِ ہند چونکہ اس کو نظر سے غائب پاتے ہیں۔ لفظ مُردہ اس پر چسپاں کرتے ہیں۔

(۴) شہیدوں کی حیات عام لوگوں سے اعلیٰ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ زمین ان کے جسم کو کھا نہیں سکتی لیکن عام لوگوں کے جسم کو زمین کھا جاتی ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے۔

إِنَّ أَجْسَادَهُمْ بَاقِيَةٌ فِي قُبُوْرِهِمْ وَإِنَّهَا لَا تَبْلَى تَحْتَ الْأَرْضِ الْبَتَّةَ وَاحْتَجَّ هٰؤُلَاءِ بِمَا رُوِيَ أَنَّهُ لَمَّا أَرَادَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يُجْرِيَ الْعَيْنَ عَلَى قُبُوْرِ الشُّهَدَاءِ أَمَرَ بِأَنْ يُنَادِيْ مَنْ كَانَ لَهُ قَتِيْلٌ فَلْيُخْرِجْهُ مِنْ هٰذَا الْمَوْضِعِ قَالَ جَابِرٌ

بے شک شہیدوں کے جسم اپنی قبروں میں موجود ہیں وہ زمین کے نیچے بلاشبہ بوسیدہ نہیں ہوتے ان کی دلیل وہ روایت ہے کہ جب امیر معاویہ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ شہیدوں کی قبروں پر سے نہر جاری کریں تو اس بات کی منادی کا حکم دیا کہ جس کا کوئی شہید ہو وہ اس کو یہاں سے نکال لے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں

Marfat.com

نَخْرُجْنَا اِلَیْهِمْ فَاَخْرَجْنَاهُمْ وَطَابَ الْاَبْدَانُ ؕ
کہ ہم قبرستان کی طرف گئے اور جب شہیدوں کو نکالا تو اُن کے جسم تر و تازہ تھے ۔

پس زمین کا اُن کے جسم کو نہ کھانا اُن کی حیات کا ایک بیّن اثر ہے ۔

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب اخبار الاخیار میں شیخ محمد ترک رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہاں دو شہیدوں کی قبریں ہیں ۔ جو حافظِ قرآن تھے کہتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے اُن کی قبروں سے تلاوتِ قرآن کی آواز سُنی ہے ۔ جو بطریق دورہ پڑھتے تھے ۔

(۶) سیلی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن حبان نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ جبل احد کے کسی موقعہ پر صحابہ نے قبر کھودی اور اتفاق سے اُس کے پاس پہلے سے قبر تھی ۔ فوراً اس کی طرف ایک طاق سا کُھل گیا ۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آگے قرآن مجید رکھا ہوا ہے ۔ جس کو پڑھ رہا ہے ۔ اور اس کے سامنے ایک سرسبز باغ بھی ہے ۔ معلوم ہُوا کہ یہ صاحب شہیدوں میں سے ہیں ۔ کیونکہ اُن کے چہرے پر زخم بھی دیکھا گیا ۔

بعض لوگ شہیدوں کے جسم کے سلامت رہنے کا انکار کرتے ہیں ۔ اس بنا پر کہ تجربہ اور مشاہدہ اس کے خلاف واقع ہوا ہے ۔ لیکن در اصل انکار کی یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہُوا ہے ۔ اسی طرح اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے ۔ پس جب دونو طرح کے مشاہدات موجود ہیں تو سرے سے اس کا انکار کرنا سراسر غلطی ہے ۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے ۔ اکثری ہے ۔ یہ جواب تو تسلیمی ہے اُس تقدیر پر جبکہ ہم تسلیم کر لیں کہ جہاں تم نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید ہی تھا ۔ مگر بخلاف اس کے اگر ہم تمہارے مشاہدے کی نسبت یوں کہیں کہ وہ شہید ہی نہ تھا ۔ کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں ہے جو جنگ جہاد میں قتل ہو جائے وہی شہید ہے ۔ بلکہ حقیقی شہادت کے لئے کچھ باطنی شرائط بھی ہوتے ہیں مثلاً نیت کا خالص لوجہ اللہ ہونا ۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتی تو اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف دیکھا ، وہ شہید حقیقی نہ تھا ۔ صرف شہید احکام تھا ۔ پس حیات کا قوی درجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہوگا ۔

(۷) عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَنَا وَاللّٰهِ رَاَیْتُ رَاْسَ الْحُسَیْنِ حِیْنَ حُمِلَ وَ اَنَا بِدِمَشْقَ وَبَیْنَ یَدَیِ الرَّاْسِ رَجُلٌ یَّقْرَاُ سُوْرَةَ الْکَهْفِ حَتّٰی بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی اَمْ حَسِبْتَ
منہال بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ خدا کی قسم ہم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو دیکھا جس وقت لوگ اسے اٹھا کر لے گئے اور ہم اس وقت دمشق میں تھے اور سامنے سر کے ایک شخص سورۃ کہف پڑھتا تھا ۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

اِنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۔ قَالَ فَانْطَقَ اللّٰہُ الرَّاْسَ بِلِسَانٍ ذَرِبٍ فَقَالَ اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ ۔

(رواہ ابن عساکر فی تاریخہ بسند من طریق الاعمش)

تک پہنچا - اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ (یعنی کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری تعجب کی نشانیوں سے تھے)۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے امام حسین کے سر مبارک کو فصاحت کے ساتھ گویا کیا اور سر نے کہا کہ میرا قتل ہونا اور مجھے اٹھا کر لے جانا اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب ہے -

اس روایت سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کا بولنا ثابت ہوتا ہے - جو شہداء کی منصوص زندگی کی ایک حسی و بدیہی دلیل ہے اور اس سے سماع و تکلم موتے کی صاف تائید ہوتی ہے!

اولیاء اللہ کی حیاتِ برزخیہ

اولیاء اللہ کی حیات برزخیہ شہیدوں کی حیاتِ برزخیہ سے اعلیٰ اور اقویٰ ہے - چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔

(سورۃ بقرہ رکوع ۱۹)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں - ان کو نہ زبان و قول سے مردہ کہنا نہ دل سے خیال و گمان باندھنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں - بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں (اور ایسے زندہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندگانی حقیقی ابدی ملی ہے - جو ظاہری زندگانی سے لاکھوں درجہ بہتر اور افضل ہے)۔

شہدائے ظاہر سے شہدائے باطن کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے - کہ شہید ظاہر، ظاہر کی تلوار اور زخم سے کافر کا مارا ہوا ہے جہاد اصغر میں - اور شہید باطن تیغ عشق محبت اور سیف اللہ سے قتل ہوا ہے جہاد اکبر میں - جب شہدائے ظاہر کی نسبت تقول و حسابان موت کی نہی صریح وارد ہے - تو شہدائے باطن اور حقیقی کے حق میں مضمون نہی بدرجۂ اولیٰ جاری ثابت - جس طرح فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا (سورہ بنی اسرائیل) کی نہی اُف و نہر سے ضرب و شتم کا منہی عنہ ہونا بطریق اولیٰ بدلالت النص ثابت ہے - کما عرف فی الاصول - پس جب کاملین کے واسطے حیات حقیقی ثابت ہوتی - تو جس طرح زندہ اولیاء سے فیض حاصل ہوتا ہے - اسی طرح ان کے انتقال کے بعد - پس جیسا کہ مرشد کامل کے آستانہ پر

Marfat.com

حاضری اور اس کا حضور موجب حصول سعادت و فیض و انوار و برکات و دفع لغات و مصائب ہے ایسا ہی مزاراتِ مقدسہ کاملین پر حاضری سبب ہے حصولِ مقاصد دارین اور مطالب کونین کا۔ وَ مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (سورہ نور رکوع ۵) یعنی اور جس کو اللہ ہی نے نور نہ دیا۔ اس کے لئے کہیں نور نہیں ؛

تفسیر روح البیان میں علامہ محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ کے تحریر فرماتے ہیں :-

وفی الآیۃ دلالۃ علی ان الارواح تبقی بعد الموت دراکۃ وعلیہ الجمہور والاشارۃ لا تحسبوا من قتل من اھل الجہاد الاکبر بسیف جلال اللہ فی سبیل اللہ بالفناء فی اللہ امواتا وان فنیت اوصاف وجودھم فانھم احیاء بشہود موجدھم ومن کان فناؤہ فی اللہ کان بقاءہ باللہ فتارۃ یفنیھم بسطوات تجلی صفات الجلال وتارۃ یحییھم بنفحات الطاف الجمال فانھم یسرحون فی ریاض الجمال ولکن لا تشعرون باحوالھم ولا تطلعون علیھا۔

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ مومنین کی روحیں موت کے بعد بھی ادراک کرتی ہیں۔ جمہور مفسرین کا یہی مذہب ہے۔ اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو بھی مردہ گمان نہ کرو۔ جو جہاد با لنفس کر کے تجلیاتِ الٰہی میں فنا ہو کر واصل بحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ اوصاف جسمانی اگرچہ ان لوگوں کے بھی فنا ہو جاتے ہیں۔ مگر شہود ذات باری کے ساتھ ان کے نفوس زندہ ہیں اس لئے کہ جو شخص اللہ کی ذات میں فنا ہوا۔ اس کی بقاء ذات باری کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے۔ اگر ایک وقت تجلیات جلالیہ اس کو فنا کرتی ہے تو دوسرے وقت الطاف جمال کی نسیم ہوائیں اسے زندہ کر دیتی ہیں اور وہ جمال الٰہی کی کیاریوں میں سیر کرنے لگتے ہیں جس کا ہم لوگ ادراک نہیں کر سکتے

قال القشیری لئن فنیت فی اللہ اشباحھم لقد بقیت باللہ ارواحھم وقال الجنید من کانت حیاتہ بنفسہ یکون مماتہ بذھاب روحہ ومن کانت بربہ فانہ ینتقل من حیات الطبع الی حیاۃ الاصل وھو الحیاۃ الحقیقۃ

قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ان لوگوں کے اجسام ذات باری کی تجلیات میں فنا ہو گئے ہیں تو ان کی ارواح تو ذاتِ الٰہی کے ساتھ باقی اور قائم ہیں۔ اور جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی تجلیات نفسیہ کے ساتھ قائم رہتی ہے روح کے نکل جانے کے بعد اس کی موت واقع ہوتی ہے اور جس کی زندگی

تجلیات الٰہی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ وہ مرنے کے بعد حیات طبعی سے حیات اصلی کی طرف منتقل ہوتا ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

عشق سے دل جس کا زندہ ہے کبھی مرتا نہیں۔ اک حیات جاودانی عالم میں حاصل ہے ہمیں ؎

قال القاشانی المقتول فی سبیل اللہ صنفان مقتول بالجہاد الاصغر و بذل النفس طلبا لرضی اللہ کما ھو الظاھر و مقتول بالجہاد الاکبر و کسر النفس و قتلہا بشفرۃ الحب و قمع الھوی کما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انہ قال عند رجوعہ من بعض الغزو رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر و کلا الصنفین لیسوا باموات بل احیاء عند ربہم بالحیاۃ الحقیقیۃ مجردین من دنس الطبائع مقربین فی حضرۃ القدس یرزقون فی الجنۃ المعنویۃ من الارزاق المعنویۃ ای المعارف و الحقائق و استشراق النور او یرزقون فی الجنۃ الصوریۃ کما یرزقون الاحیاء او من کلیہما فان للجنان مراتب بعضہا معنویۃ و بعضہا صوریۃ و لکل منہا درجات علی حسب المعارف و العلوم و المکاسب و الاعمال فالمعنویۃ جنۃ الذات و جنۃ الصفات و تفاضل درجاتہا بحسب تفاضل المعارف

قاشانی نے فرمایا ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ دو طرح کے ہیں۔ ایک مقتول جہاد اصغر کے ساتھ کہ اپنی جان رضائے الٰہی کی طلب میں خرچ کر دے۔ جیساکہ شہدا کے حق میں یہ امر ظاہر و باہر ہے۔ دوسرا مقتول جہاد اکبر کے ساتھ کہ عشق و محبت کی تلوار سے نفس کو مار کر خواہشات نفسانی کا قلع قمع کیا ہو اسی کا نام جہاد اکبر ہے۔ جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ کہ آپ نے اپنے بعض غزوات سے واپسی کے موقع پر فرمایا تھا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے۔ بہرکیف یہ دونو قسم کے لوگ اموات میں داخل نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک حقیقی معنی میں زندہ ہیں اور طبائع کی میل کچیل سے صاف ہیں اور بارگاہ عالی میں مقرب ہیں اور معنوی بہشت سے روزی دیئے جاتے ہیں جس سے حقائق و معارف و استغراق نورانیت کی روزی سے کنایہ ہے۔ یا ظاہری روزی سے کنایہ ہے۔ کہ جس طرح دنیا میں روزی دی جاتی ہے اسی طرح ان کو بہشت سے روزی دی جاتی ہے یا دونوں قسم کی روزی مراد ہے۔ کیونکہ آخر بہشت میں بھی مراتب و مناصب علی حسب المراتب فرق ہوتے ہیں بقید اپنے اعمال و مکاسب کے پھر بہشت مراتب و مناصب ظاہری و باطنی دو طرح کے ان کے درجات کا تفاوت معارف و حقائق اور عبادات و مجاہدات کے

Marfat.com

الترقی فی الملکوت درجاتها بحسب تفاوت الاعمال والتدرج فی مراتب عالم الملک من السمٰوات العلی والجنان المحتویۃ علی جمیع المنی۔

درجات کے مطابق ہے چنانچہ بہشت معنوی کے معرفت و حقیقت اور درجات شہود ذات و صفات و ترقی مقامات ملکوت و جبروت سے وابستہ ہے اور بہشت ظاہری کا تعلق ظاہری اعمال و افعال اور صفات ملکی و ملکوتی سے وابستہ ہے جو علی قدر مراتب ہر ایک شخص کو حاصل ہے۔

(۲) تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:۔

حق تعالیٰ در حق شہداء مے فرماید بَلْ اَحْیَاۤءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ اقول۔ مراد آں باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شاں را قوت اجساد میدہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند و ایں حکم مخصوص بشہداء نیست انبیاء و صدیقاں از شہداء افضل اند و اولیاء ہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است و جعلنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ازاں کنایت است ولہٰذا اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد میکنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآید۔ و رسول خدا را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم۔ و ارواح ایشاں در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند مے روند۔ و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں را ہلاک مے نمایند۔ و از ارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی مے رسد و بسبب ہمیں حیات اجسام آنہا را در قبر خاک نمے خورد بلکہ کفن ہم مے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کرد کہ ارواح

اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے بَلْ اَحْیَاۤءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قوت جسم عطا فرماتا ہے جس جگہ وہ چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ اور یہ حکم شہیدوں کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ انبیاء اور صدیق جو شہیدوں سے افضل ہیں اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کہ انہوں نے جہاد بالنفس کیا ہے جو جہاد اکبر ہے "ہم نے رجوع کیا جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف" اسی سے کنایہ ہے لہٰذا اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے روح جسموں کا کام کرتے ہیں اور کبھی جسم ہمارے نہایت لطافت سے برنگ روح نمودار ہوتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ مبارک نہیں تھا۔ ان کے روح زمین و آسمان اور بہشت جس جگہ کہ چاہتے جاتے ہیں۔ اور دوستوں اور معتقدوں کی دنیا و آخرت میں امداد کرتے ہیں۔ اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔ اور ان کے ارواح سے بطریق اویسیہ فیض باطنی پہنچتا ہے اور اسی حیات کے سبب سے ان کے جسموں کو قبر میں مٹی نہیں کھاتی ہے۔ بلکہ کفن بھی محفوظ رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا

Marfat.com

مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند۔ مراد از مومنین کاملین اند۔ و حق تعالیٰ وسبحانہ اجساد ایشاں را قوت ارواح میدہد۔ کہ در قبور نماز میخوانند و ذکر ے کنند۔ و قرآن میخوانند۔ حضرت مجدد فرمودہ کہ حق تعالیٰ بعضے اولیاء را جسم موہوب میدہد۔ و ایں حکم در حق شہدا از حدیث ثابت است۔

نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنوں کی روحیں جس جگہ چاہیں سیر کرتی ہیں۔ مومنوں سے مراد کاملین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو ارواح کی قوت دیتا ہے کہ وہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور ذکر کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء اللہ کو جسم مثالی عطا فرماتا ہے اور یہ حکم شہیدوں کے حق میں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۲۱) تفسیر عزیزی میں مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ آیہ کے اختتام فرماتے ہیں:۔

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود در راہ خدا مردہا کہ ایشاں مردہ اند۔ روح چنانچہ عامل قوی بود۔ حالاہم ہست وشعورے وادراکے کہ داشت حالاہم دارد۔ بلکہ صاف تر وروشن تر۔ زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ بامور سفلانیہ او را از صفائی ادراک مانع مے شد۔ چوں از بدن جدا شد۔ آں مانع مرتفع گشت۔ پس در حقیقت حیات ایشاں اتم از حیات دنیوی است۔ ولکن لا تشعرون۔ لیکن شما شعور ندارید۔ کہ ایشاں در ترقی اعمال و در تمتعات و تلذذات بدنی با شما شریک اند۔ بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند۔ و در عالم شما رزق ایشاں و سیر و دور ایشاں مقرر است اند کسیکہ در ولایت میوہا مے خورد۔ و سیر گلزار مے نماید۔ و اہل ہندوستان چوں او را نہ بینند

اس شخص کے بارے میں جو راہ خدا میں جان بحق تسلیم ہو لفظ مردہ کا اطلاق نہ کرو۔ چنانچہ روح جو قوی کی عامل تھی اب بھی ویسی ہی ہے اور ادراک اور سمجھ جو رکھتی تھی۔ اب بھی رکھتی ہے۔ بلکہ زیادہ صاف اور روشن اس لئے کہ بدن کا نظام اور امور سفلی کی طرف رجحان اس کو صفائی ادراک سے رکاوٹ کا باعث تھے۔ جب بدن سے سلسلہ منقطع ہوگیا وہ باعث رکاوٹ بھی معدوم ہوا۔ ہو فی الحقیقت ان کی زندگی دنیوی زندگی سے زیادہ کامل ہے دیگر تم اس سے ناآشنا ہو لیکن تم عقل سے ادراک نہیں کر سکتے۔ کہ وہ اعمال کی ترقی اور لذات نفسانی سے متمتع ہونے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بلکہ تم سے زیادہ طور پر اس سبب سے کہ ان کے اجسام تمہاری نظر سے غائب ہیں اور ایک دوسرے عالم میں سوائے اس تمہارے عالم فانی کے اُن کا رزق اور سیر و سیاحت مقرر ہے۔ مثل اس شخص کے کہ ولایت میں میووں

Marfat.com

متلذذ ہوتا ہے اور سیر چمن میں بھی مصروف۔ باشندگانِ ہند مُردہ انگاشتہ چونکہ اس کو نظر سے غائب پاتے ہیں۔ لفظ مردہ اس پر چسپاں کرتے ہیں۔

شاہ صاحب سورہ تطفیف کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں :-

وعوام صلحاء را بعد از نویسانیدن و رسیدن نامہ اعمال بہ حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار مے دہند۔ و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستاں بر قبر مطلع مے گردند۔ زیرا کہ روح را قرب و بُعد مکانی مانع ایں دریافت نمے شود و مثال آں در وجود انسانی روح بصر یست کہ ستارہائے ہفت آسمان را در تہ چاہ مے تواند دید الخ

عوام صلحا کو اپنے حسب مراتب اعمالنامے لکھوانے اور پہنچنے کے بعد نچلے آسمان میں یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں ٹھہراتے ہیں۔ اور ان ارواح کا تعلق قبر کے ساتھ بھی رہتا ہے کہ وہ قبر کی زیارت کرنے والے اقارب اور دوسرے دوستوں سے مطلع ہوتے رہیں۔ کیونکہ روح کو دریافت سے قرب و بعد مکانی مانع ہوتا اور اس کی مثال وجود انسانی میں بینائی روح ہے۔ جو کنوئیں کے اندر ساتوں آسمانوں کے ستاروں کو دیکھ لیتی ہے۔

پس جب ثابت ہوا۔ کہ اولیاء اللہ انتقال کے بعد اس عالم سے حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو اس حیاتِ دنیوی سے بدرجہا افضل اور ادراک و معرفت ان کا اس عالم کے ادراک و شعور سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اُن کی مرادیں بر لاتے ہیں۔ ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں مخلصوں کو نوازتے ہیں۔ ہر طرح کا فیض ان کے مزار مبارک پر حاضر ہونے والوں کو حاصل ہوتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کے مزارات مقدسہ پر حاضر نہ ہوں۔ اور اُن سے عرض و معروض کر کے اپنی مرادات دینی و دنیوی کو نہ پہنچیں۔ لہٰذا ہمیں بزرگانِ دین کے روضۂ مقدسہ پر طلب حاجات کے لئے ضرور جانا چاہیئے۔ کیونکہ ؎

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است | فانی است و گفتۂ او گفتۂ خدا است

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست | قبضۂ اش جز قبضۂ اللہ نیست

(۴) ابو نعیم نے حلیہ میں جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ میں نے ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو ان کی لحد میں رکھا۔ اور میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے۔ جب ہم نے اُس لحد کی کچی اینٹیں چُنیں۔ تو اُن میں سے ایک اینٹ گر پڑی۔ دیکھتا کیا ہوں۔ کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ اپنی دعا میں ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ اگر کسی کو آپ نے قبر میں نماز پڑھنا عطا فرمایا ہے

Marfat.com

تو مجھ کو بھی عطا کیجیئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو رد نہیں کیا۔ بلکہ جیسا موسیٰ علیہ السلام کو یہ دولت عطا ہوئی ہے ویسے ہی ان کو بھی۔ اور آپ قبر میں نماز پنجگانہ باقاعدہ پڑھتے ہیں۔

ذرا اس روایت پر غور و خوض کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کس قدر منزلیں اور مراتب روحانی عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ کہ وہ قبروں میں بھی زندوں کی طرح نمازیں پڑھتے ہیں۔ مومن کے دل میں تو کبھی بھی یہ شبہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ یا یہ محال اور ناممکن ہے۔ بلکہ وہ بعید از عقل باتوں کو ایسا ہی مانتا ہے۔ جیسے چشم دید واقعات کو۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کے فرمان اور ارشاد کو بلا حیل و حجت تسلیم کرتا ہے۔ حقیقت میں مومن کی نشانی بھی یہی ہے۔ علاوہ ازیں عالم برزخ کی باتوں کو سمجھنے کے لئے کسی اہل اللہ کی صحبت اور اُن کی روحانی توجہ درکار ہے ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بیا

زبدۃ الاسرار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ شیخ ابوالحسن علی بن العیق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بقا بن بطوطہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کی زیارت کی۔ پھر میں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا۔ کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور اُن کو خلعت پہنا کر فرمایا۔ کہ اے شیخ عبدالقادر میں علم شریعت علم حال، اور فعلِ حال میں تمہارا محتاج ہوں ؎

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء اُن کی ہے امداد امدادِ خدا

حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب اُن کا وصال ہُوا۔ تو ان کے ایک راسخ الاعتقاد مُرید نے جنازے کے ہمراہ نہایت الحاح و زاری سے یہ رباعی پڑھنی شروع کی ؎

سرو سیمینا بصحرا مے روی سخت بے مہری کہ بے ما میروی

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو تو کجا بہر تماشا مے روی

کہتے ہیں۔ کہ جونہی یہ اشعار پڑھے گئے۔ اُسی وقت خواجہ صاحب نے کفن میں سے ہاتھ بلند کیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ ایک اور اہلِ دل نے یہ ماجرا دیکھ کر اس شخص سے کہا۔ تم یہ اشعار پڑھنا بند کردو۔ کیونکہ اس سے خواجہ صاحب کو خواہ مخواہ تکلیف ہوتی ہے۔ پس اُسی وقت اس شخص نے اس بزرگ کے فرمان کو تسلیم کیا۔ اور اپنی محبت کی آگ اور بحرِ عشق کی لہر کو ضبط کیا۔ اور اپنے مُنہ پر مہرِ سکوت لگادی۔ خدا کی قدرت جونہی یہ اشعار پڑھنے بند کئے۔ خواجہ صاحب کا ہاتھ اُسی وقت نیچے ہوکر اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر بہت سے منکرین تائب ہوکر راہِ راست پر آگئے۔

Marfat.com

واقعی اولیاء اللہ کے وصال کے بعد اُن کی حالت میں کسی طرح کا تغیر نہیں ہوتا۔ گویا اُن کے تصرف علم اور قدرت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ ان کی تمام طاقتیں بدستور قائم رہتی ہیں۔ جن سے وہ حاجتمندوں اور پکارنے والوں کی مرادوں کو دنیوی زندگی کی طرح بر لاتے رہتے ہیں ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

انبیاء علیہم السّلام کی حیاتِ برزخیہ

حیات انبیاء کا پہلا اثر

انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ شہدا اور اولیا کی حیات سے بھی اعلیٰ اور اقویٰ ہے۔ ایک اثر یہ ہے کہ ان کے جسم کو مٹی کھا نہیں سکتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ قَالَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(رواہ ابو داؤد)

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تمام دنوں سے بہترون جمعہ کا ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی روح قبض کی گئی۔ اور اسی میں کرنا (صور) کا پھونکنا ہوگا اور اسی میں مرنے کا نعرہ ہے۔ پس اس دن مجھ پر درود بکثرت بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا۔ یارسول اللہ کس طرح ہمارا درود آپ پر عرض کیا جائے گا جس حال میں کہ آپ کی ہڈیاں پرانی ہوگئی ہوں گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم مبارک کو زمین پر حرام کیا ہے۔

انبیاء کے جسم کو مٹی کے نہ کھانے کی حکمت

یہ بات مسلمہ ہے کہ مٹی ہر طرح کی گندگی کو پاک کرتی ہے۔ وہ گندگی خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ چنانچہ گناہ جو تمام نجاستوں سے زیادہ نجس ہے۔ اس لئے اُس کی پاکیزگی کے لئے مٹی کی احتیاج پڑی۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کے جسموں کو زمین کھا جاتی ہے۔ کیونکہ وہ گناہ کی گندگی سے آلودہ ہوتے ہیں لیکن شہید اور اولیاء اور انبیاء چونکہ گناہ کی گندگی

Marfat.com

سے پاک ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کے جسم کو مٹی نہیں کھا سکتی (مجالس الابرار) اولیاء اللہ چونکہ نبی کے تابع ہوتے ہیں اس لئے ان کے جسم کو بھی مٹی نہیں کھا سکتی۔ چنانچہ اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ راقم الحروف اور ہزاروں مسلمانوں نے۔

آنحضرتؐ کے جسم مبارک کے صحیح وسالم رہنے کی عینی شہادت

روایات صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ دو شخص مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو خفیہ طور پر نکالنے کے ارادے پر آئے۔ اور مسجد نبوی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور دن بھر تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے۔ عوام الناس اُن کے زہد و ریاضت کو دیکھ کر اُن کے معتقد ہو گئے۔ اور ان کی تعریف و اوصاف میں رطب اللسان ہوئے لیکن ان بدبختوں نے خفیہ طور پر رات کو اُس مکان سے روضہ مبارک کی طرف سرنگ کھودنی شروع کی۔ اور جس قدر کھود لیتے۔ راتوں رات مٹی کو مدینہ منورہ سے باہر پھینک آتے پھر وہ جگہ برابر کر دیتے۔ تاکہ کسی کو اس راز کا پتہ نہ چلے۔ غرض کئی روز وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے۔ جب ادھر ان بدبختوں نے یہ کام کرنا شروع کیا۔ تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بادشاہ کو ہوئی۔ آپ نے بادشاہ کا نام لے کر ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے ان دو شخصوں نے بڑی ایذا دے رکھی ہے۔ ان کا بہت جلد تدارک کرنا چاہیئے۔ آپ نے ان دو شخصوں کی شبیہہ بادشاہ کو دکھلادی۔ بادشاہ نے بیدار ہو کر وزیر سے خواب کا ذکر کیا۔ وزیر نے کہا۔ آپ کا یہ خواب سچا معلوم ہوتا ہے۔ ضرور کچھ نہ کچھ مدینہ منورہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ لہٰذا آپ بہت جلد مدینہ منورہ تشریف لیجائیے۔ بادشاہ تھوڑی سی فوج لے کر مدینہ منورہ کو چل پڑا۔ لیکن اتنے عرصہ میں وہ شخص اتنی لمبی سرنگ کھود چکے تھے۔ کہ وہ آنحضرتؐ کے جسم مبارک بالکل قریب پہنچ گئے۔ اگر بادشاہ کو ایک دن کی اور دیر ہو جاتی۔ تو وہ بدبخت اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ اور آنحضرتؐ کے جسم مبارک کو نکال کر لے جاتے۔ غرض بادشاہ نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر تمام لوگوں کو شہر سے باہر بلایا۔ اور اُن کو شہر کے ایک خاص دروازے سے باہر نکلنے کا حکم کیا۔ اور آپ دروازے پر کھڑے ہو کر ہر ایک شخص کو خوب غور و خوض سے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام لوگ شہر سے باہر نکل آئے۔ مگر بادشاہ کو ان دو شخصوں کی شکل جو خواب میں دیکھی تھی۔ نظر نہ پڑی۔ اس لئے اس کو سخت حیرانی ہوئی۔ اس پر اُس نے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ کیا سب لوگ شہر سے باہر آ گئے ہیں۔ یا ابھی کوئی باقی رہتا ہے۔ سب نے عرض کیا۔ کہ عالیجاہ اب تو کوئی شخص شہر کے اندر نہیں رہا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ مجھے یقین نہیں آتا ضرور کوئی نہ کوئی شخص شہر کے اندر رہا ہے۔ بادشاہ کے اصرار پر بعض لوگ بول اُٹھے کہ ہاں صاحب دو زاہد بزرگ البتہ شہر میں رہ گئے ہیں لیکن وہ نہ تو کسی دعوت میں جاتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے ملتے جلتے ہیں۔ بلکہ وہ تو ہر وقت ورد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں۔ اس پر بادشاہ نے حکم فرمایا۔ کہ اُن دونوں کو جس طرح بھی ہو سکے ضرور بالضرور بلا کر لاؤ۔ پس اسی وقت

Marfat.com

لوگوں نے جاکر ان دونوں کو بلایا۔ بادشاہ نے جونہی ان کی شکلوں کو دیکھا فوراً پہچان لیا۔ کہ یہی وہ شخص ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں دکھلایا تھا۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا۔ کہ تم یہاں کیا کام کرتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تم روضۂ مقدسہ کی بے ادبی کر رہے ہو۔ انہوں نے جواباً عرض کیا۔ کہ عالیجاہا۔ ہم تو آنحضرت کے قدموں میں رہ کر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم تو آپ کو ایذا دے رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ کا محض گمان ہے ہم تو آپ کے تابعداروں میں سے ہیں۔ آخر الامر بادشاہ نے ان کو خوب ڈانٹا۔ اور حکم دیا۔ کہ جب تک یہ لوگ صحیح نہ بولیں۔ ان کو خوب پیٹتے رہو۔ اس پر انہوں نے دبی زبان سے اقرار کیا۔ کہ واقعی ہم آپ کو ایذا دے رہے ہیں۔ اس طرح کہ سرنگ کے ذریعے آپ کا جسم مبارک نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے اسی وقت موقع پر جا کر اس مقام کو دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ سرنگ واقعی آپ کے قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے۔ بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کرادی۔ اور روضۂ مبارک کے چاروں طرف زمین کو پانی کی تہ تک کھدوا کر سیسہ پگھلا دیا۔ تاکہ آئندہ ایسی حرکت قبیحہ نہ ہونے پائے۔ اور کوئی بدبخت ایسے فعل کا مرتکب نہ ہو سکے۔ غرض بادشاہ نے ان بدبختوں کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور وہ واصل جہنم ہوگئے۔

اس واقعہ سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ مخالفین کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے صحیح وسالم ہونے کا یقین نہ ہوتا۔ تو وہ سرنگ ہی کیوں لگاتے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مخالفین اور موافقین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ اور صحیح وسلامت ہے۔

حیاتِ شہدائے حیاتِ انبیاء کا استدلال

قرآن مجید میں دو مقام پر شہداء کی برزخی زندگی اور حیات کا حال مرقوم ہے۔ چنانچہ

(۱) وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورۂ بقر۔ رکوع ۱۹)

اور نہ کہو جو لوگ مارے جائیں اللہ کے راستے میں کہ وہ مُردے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے۔

(۲) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (سورۂ آل عمران رکوع ۱۷)

یعنی (اے محبوب) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ ہرگز خیال نہ کرنا۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالے شہداء کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان کی نسبت خیال بھی نہ کرو کہ وہ مردہ

ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اور خورد و نوش کرتے ہیں۔ پس جبکہ شہداء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی اور غلام ہیں ان کی تو یہ شان ہے۔ تو بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شان اُمتیوں سے لاانتہاء درجہ بڑھ کر ہے۔ اُن کو کس طرح مردہ کہنا جائز ہو سکتا ہے۔ وہ بدرجۂ اولےٰ زندہ ہیں۔ بلکہ ان کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

غرض جب شہداء جو انبیاء سے رتبہ میں کم درجہ پر ہیں اس وصف سے موصوف ہوئے تو انبیاء بدرجۂ اولیٰ اس وصف سے موصوف ہوں گے۔ خواہ وہ شہید ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ دوسرے یہ کہ اکثر انبیاء وصفِ نبوّت کے ساتھ وصفِ شہادت کے بھی جامع ہیں۔ اس لئے وہ بھی اس آیت کے عموم الفاظ میں داخل ہوں گے۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقتول فی سبیل اللہ ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ عَائِشَۃَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ یَا عَائِشَۃُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ وَھٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ اَبْھَرِیْ مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ۔ (رواہ البخاری)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرضِ وصال میں فرماتے تھے۔ اے عائشہ میں ہمیشہ اس طعام کی جو میں نے خیبر میں کھایا تھا تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں۔ پس اس وقت بھی اپنی رگ کٹتی ہوئی معلوم کر رہا ہوں۔ اُس زہر سے جو مجھے اُس وقت دی گئی تھی (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل فی سبیل اللہ کے وصف میں شہداء کے موافق ہیں۔ اس لئے آپ بھی احیاءٌ عندَ ربّھم میں سے ہیں۔ غرض نص قرآن سے باعتبار مفہوم موافقت کے ثابت ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ مقدسہ میں زندہ ہیں۔

دوسرا اثر حیات انبیاء کا

حیات انبیاء کا دوسرا اثر جسم کی طرح محسوس تو نہیں۔ مگر منصوص ہے۔ اوّل حرمتِ نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام ہے۔ کہ انبیاء کی ازواج مطہرات سے اُن کے وصال کے بعد کسی اُمتی کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ احزاب رکوع ۱ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ یعنی نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

دوم انبیاء کی میراث ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ یعنی انبیا کا تمام ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ اُن کے ترکہ کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

یہ دونوں اثر نہ تو عام مسلمانوں کے لئے ثابت ہیں۔ اور نہ ہی شہداء کے لئے۔ گویا ان سے دو باتیں ثابت

Marfat.com

ہوئیں۔ ایک تو حیات الانبیاء۔ دوسرے حیات انبیاء حیات شہداء سے اعلیٰ و اقویٰ ہے۔ اور ان دونوں
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تیسرا اثر حیات انبیاء کا

حیات انبیاء کا تیسرا اثر جسم کی طرح صرف انبیاء و اولیاء کو حضوصًا ہوتا ہے
اور عوام الناس کو شاذ و نادر۔ چنانچہ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں ہے
کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ ان کو وہاں حیاتِ حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے۔
نہ حیات معنوی روحانی جیسے کہ شہداء کو ہے۔ لیکن اب تخلیہ کے سبب سوائے خاص الخواص کے ہر ایک
حضور میں بار یاب نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی یاد میں مستغرق رہتے ہیں۔
گویا وہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ جو نزولِ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی۔ اسواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فضائل درود شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ جیسے ابوداؤد اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی سلام بھیجنے والا مجھ پر۔ مگر پھیر دیتا
ہے اللہ تعالے میری روح۔ یہاں تک کہ سلام کرنے والوں کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔

رُوح کے پھیر دینے سے مراد یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بجمیع وجوہ مشاہدۂ
الٰہی میں مستغرق ہیں۔ جب کوئی اُمتی صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے۔ تو اُس وقت آپ اُس کی طرف متوجہ ہوتے اور
سلام کا جواب فرماتے ہیں۔ پس اگر اس سے مراد زندگی بعد موت کے ہو۔ تو آپ کے واسطے تعدد موت لازم آئے
جو صریح نص کے خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے سورہ دخان رکوع ۳ میں مومنین کے وصف میں ارشاد فرماتا
ہے۔ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ۔ یعنی نہ چکھیں گے اس جہاں میں موت سوا پہلی
موت کے۔

تفسیر مدارک میں ہے۔ کہ وہ موت جو دنیا میں چکھ چکے ہیں۔ یعنی سوائے اس موت کے جو دنیا میں ہو چکی
دوسری موت اُن کو نہ ہوگی۔

پس جب مومنین کے واسطے سوائے موت دُنیا کے دوسری موت نہیں ہے۔ تو آپ کی نسبت کب یہ
ممکن ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں
اور نماز پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

(۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَا يُتْرَكُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ بَعْدَ اَرْبَعِيْنَ وَلٰكِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی زندہ ہیں۔ چالیس روز کے بعد پھر قبروں میں مکلف کئے جاتے ہیں۔ قیامت تک اللہ تعالٰے کے سامنے نماز پڑھتے ہیں گے (رواہ بیہقی)

(۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے نزدیک (بیت المقدس سے ایک میل ہو گا) نکلا جس رات کو کہ مجھے معراج ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (مشکوٰۃ)

(۹) بیہقی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں پایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ حضرت عیسےٰ اور حضرت ابراہیم کھڑے نماز پڑھ رہے جن سے زیادہ ہم شکل تمہارا رفیق ہے (آپ نے اپنی طرف اشارہ کیا) اتنے میں نماز کا وقت آگیا تو میں نے ان کی امامت کی یعنی نماز پڑھائی۔

(۱۰) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْحَرَّةِ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ (دارمی)

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایام واقعہ حرہ میں میں برابر اذان اور اقامت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا رہا۔ حتیٰ کہ لوگ جنگ سے واپس ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد)

(۱۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَنْزِلَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰى قَبْرِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَاُجِيْبَنَّهٗ (رواہ ابو یعلیٰ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عیسیٰ بن مریم اتریں گے۔ پھر وہ میری قبر کے پاس کھڑے ہوں گے اور پکاریں گے۔ اے محمد۔ تو میں ان کو جواب دوں گا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

Marfat.com

دوم یہ کہ حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام ابھی تک زندہ ہیں - اور آسمان سے وہی نزول فرمائیں گے - نہ کہ مثیل -

(۱۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِائَةً فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ قَضَى اللّٰهُ لَهٗ مِائَةَ حَاجَةٍ سَبْعِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الْاٰخِرَةِ وَثَلٰثِيْنَ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا ثُمَّ وَكَّلَ اللّٰهُ بِذٰلِكَ مَلَكًا يُدْخِلُ عَلَيَّ فِيْ قَبْرِيْ كَمَا يُدْخِلُ عَلَيْكُمُ الْهَدَايَا اِنَّ عِلْمِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَعِلْمِيْ فِيْ حَيَاتِيْ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ مُخْبِرٌ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ بِاِسْمِهٖ وَنَسَبِهٖ فَاُثْبِتُهٗ عِنْدِيْ فِيْ صَحِيْفَةٍ بَيْضَاءَ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ یا شبِ جمعہ کو مجھ پہ سو بار درود بھیجے گا - اُس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی - ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی - پھر اُس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر کرے گا جو اُس کو مجھ پہ میری قبر میں پیش کرے گا جس طرح کہ تم پہ تحفے پیش کئے جاتے ہیں بیشک میرا علم میرے وصال کے بعد ویسا ہی ہوگا جیسا کہ میرا علم میری زندگی میں ہے - اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ وہ فرشتہ درود بھیجنے والے کا نام و نسب مجھے بتائے گا میں اس کو اپنے پاس روشن صحیفے میں ثبت کر لوں گا - اصفہانی نے ترغیب میں روایت کیا ہے)

(۱۲) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ صَلٰوةً اِلَّا بَلَّغَنِيْهَا (رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَالْبُخَارِيُّ فِيْ تَارِيْخِهٖ)

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے تمام جہان کی باتیں سُنائی دینے کا رتبہ عطا کیا ہے - وہ میری قبر پر کھڑا رہے گا جہاں کہیں کوئی مجھ پہ درود پڑھے گا - وہ مجھے پہنچایا جائیگا -

(مواہب اللدنیہ)

(۱۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى غَائِبًا بُلِّغْتُهٗ -

(رواہ البیہقی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری قبر کے پاس آکر درود پڑھے تو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے تو وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے - (ترغیب ترہیب)

(۱۴) عَنْ عَائِشَةَ اِنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتَدِ يُوْتَدُ وَالْمِسْمَارِ يُغْرَبُ فِيْ بَعْضِ الدُّوْرِ الْمُطِيْفَةِ بِمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے - کہ جب وہ ان گھروں میں جو مسجد نبوی کے ارد گرد ہیں - میخ یا کھونٹی گاڑنے کی آواز کو سنتی تھیں تو اُسی وقت کسی کو یہ

Marfat.com

فَتَرَسَّلَ اِلَیْھِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کہہ کر بھیجی تھیں کہ اس شور کو بند کردو۔ کیونکہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۵) شیخ عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ شواہد النبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض الموت کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو میرا جنازہ روضۂ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازہ کے سامنے رکھ کر یہ کہنا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ابوبکر آپ کے دروازے پر حاضر ہے۔ پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت ہوگئی تو دروازہ خودبخود کھل جائے گا۔ پھر مجھے آپ کے پاس دفن کردینا۔ اگر وہ دروازہ خود بخود نہ کھلے تو پھر مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جاکر دفن کردینا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازے کو روضۂ مقدسہ کے پاس لے جاکر اجازت طلب کی گئی۔ خدا کی قدرت ابھی وہ کلمات پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ اندر سے آواز آئی جو تمام حاضرین نے سنی "پیارے کو پیارے تک پہنچا دو۔ پس اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور حاضرین نے تابوت کو روضۂ مقدسہ کے پاس دفن کردیا۔ جائے غور ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہ جانتے ہوتے تو آپ ایسی وصیت ہرگز نہ فرماتے کہ میرے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے لے جاکر ان سے اجازت طلب کرنا اس سے صراحتاً ثابت ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی زندہ ہیں جیسے ہم۔

(۱۶) ۶۳ھ ہجری میں یزید نے مدینہ منورہ میں فوج کو بھیج کر چیدہ چیدہ مخالف صحابیوں کو مقام حرہ میں قتل کروایا جس کے سبب مسجد نبوی میں تین دن تک نماز اور اذان نہ ہوئی۔ چنانچہ ابونعیم نے دلائل النبوت میں روایت کیا ہے۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَۃَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَّامَ الْحَرَّۃِ حَتّٰی عَادَ النَّاسُ۔ (رواہ الدارمی)

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایام حرہ میں برابر اذان اور اقامت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا رہا۔ حتیٰ کہ لوگ جنگ سے واپس ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد)

(۱۷) معارج النبوت میں مروی ہے کہ ایک اعرابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کے پاس سے گذرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ اس کو دیکھ کر اسلام لے آیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ تم روضۂ مبارک کو دیکھ کر ہی اسلام لے آئے ہو۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ کہ یہ بانی اسلام کا روضہ ہے۔ مگر جونہی میں اس کے پاس سے گذرا تو مجھے کشش ہوئی۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ اس صاحب روضۂ مبارک کی کشش ہے۔ معاً آپ نے مجھے دعوتِ اسلام دی۔ میں بلاتامل کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ پھر میں نے یہ اشعار فی البدیہہ پڑھے

مَرَرْتُ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ تَكَلَّمَنِي وَالْمَقْبُرُ غَيْرُ مُتَكَلِّمٍ
وَبِالْقَبْرِ آثَارُ النُّبُوَّةِ قَائِمٌ وَتَصَدَّعَ فِيهِ قَلْبُ كُلِّ مُسْلِمٍ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس سے گزرا مجھ سے صاحب قبر نے بات کی حالانکہ وہ بات کرنے والی شے نہیں ہے اور روضہ مبارک میں اب تک نبوت کی تمام نشانیاں قائم ہیں اور اس سے ہر مسلمان کا دل دردناک ہوجاتا ہے ۔

(۱۸) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ شرف مختم میں لکھتے ہیں کہ شیخ عزالدین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ۵۵۵ ہجری میں سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر حج میں تھا۔ جب وہ مدینہ شریف پہنچے اور روضہ مبارک پر حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا جَدِّيْ یعنی اے نانا جان سلام آپ پر۔ جواب ملا۔ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا وَلَدِيْ یعنی تم پر سلام ہو اے میرے بیٹے۔ اس کو تمام حاضرین نے سنا۔ سید احمد رفاعی پر وجد طاری ہوگیا۔ بہت دیر کے بعد بحال ہوئے۔ پھر عرض کیا ۔

إِنْ قِيلَ زُرْتُمْ بِمَا رَجَعْتُمْ يَا أَكْرَمَ الرُّسُلِ مَا نَقُولُ

یعنی اگر لوگ ہم سے پوچھیں کہ تم زیارت کرکے آئے تو کیا لے کر آئے۔ تو ہم جواب میں کیا کہیں۔

قُولُوا رَجَعْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ وَاجْتَمَعَ الْفُرُوعُ وَالْأُصُولُ

یعنی تم نے یوں کہنا کہ ہم ہر طرح کی خیر لے کر آئے اور فروع و اصول جمع ہو گئے۔
چونکہ سید رفاعی سادات میں سے ہیں لہٰذا یہ فروع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل۔

(۱۹) تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پہ تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ جواب آیا وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ يَا إِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ ہ

(۲۰) امام عبداللہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ خلاصۃ الوفا میں تحریر فرماتے ہیں ۔

صَحَّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ

بصحت ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر سے آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پہ حاضر ہو کر عرض کرتے۔ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر صدیق۔ السلام علیک اے والد بزرگوار ۔

(۲۱) أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ

امام ابوحنیفہ نے نافع سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ

عُمَرَ قَالَ مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ تَاْتِیَ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَتَجْعَلَ ظَھْرَکَ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْھِکَ ثُمَّ تَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (مسند ابو حنیفہ)

سے روایت ہے کہ سُنّت یہ ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہو اور قبلہ کی جانب پُشت اور روضہ مبارک کی طرف مُنہ کرکے عرض کرے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

حیات الانبیاء پر متبحر علماء کے استفادے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں ارقام فرماتے ہیں۔ اگر گویند کہ قرآن ناطق است بموت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالٰے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ وفرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ رَجُلٌ مَّقْبُوْضٌ۔ وصدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمود فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ واجماع وارد است برآں۔ جوابش آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چشید ذوق موت ومرد بعد ازاں زندہ گردانید حق تعالے اورا۔ چنانچہ در حدیث آمدہ است کہ من اکرم نزد خدا کہ نگذارد مرادر قبر زیادہ بر چہل روز۔ ونیز آمدہ است کہ خدائے تعالے حرام گردانیدہ است اجسام انبیاء برارض۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است بحیات جسمانی دنیاوی بیدنی کہ حیات داشت واین اکمل است از حیات شہداء کہ روحانی اخروی است الخ۔

امام المحدثین امام ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاعتقاد میں لکھتے ہیں۔ اَلْاَنْبِیَآءُ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا رُدَّتْ اِلَیْھِمْ اَرْوَاحُھُمْ فَھُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ کَالشُّھَدَآءِ ؏

علامہ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فَاِنْ قُلْتَ الْقُرْاٰنُ نَاطِقٌ بِمَوْتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنِّیْ اِمْرَءٌ مَّقْبُوْضٌ وَقَالَ الصِّدِّیْقُ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَاَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اِطْلَاقِ ذٰلِکَ اَجَابَ الشَّیْخُ تَقِیُّ الدِّیْنِ السُّبْکِیُّ بِاَنَّ ذٰلِکَ الْمَوْتَ غَیْرُ مُسْتَمِرٍّ وَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحْیِیَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَیَکُوْنُ اِنْتِقَالُ الْمَلَکِ وَنَحْوُہٗ مَشْرُوْطًا بِالْمَوْتِ الْمُسْتَمِرِّ وَاَمَّا الْحَیٰوۃُ الثَّانِیَۃُ حَیٰوۃٌ اُخْرَوِیَّۃٌ وَلَا شَکَّ اَنَّھَا اَعْلٰی وَاَکْمَلُ مِنْ حَیٰوۃِ الشُّھَدَآءِ وَھِیَ ثَابِتَۃٌ لِلرُّوْحِ بِلَا اِشْکَالٍ وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ لَا تَبْلٰی وَاِنَّ عَوْدَ الرُّوْحِ اِلَی الْجَسَدِ ثَابِتٌ فِی الصَّحِیْحِ لِسَائِرِ الْمَوْتٰی فَضْلًا عَنِ الشُّھَدَآءِ وَفَضْلًا عَنِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَمَّا الْاِدْرَاکَاتُ کَالْعِلْمِ وَالسَّمَاعِ فَلَا شَکَّ اِنَّ ذٰلِکَ ثَابِتٌ لَھُمْ وَلِسَائِرِ الْمَوْتٰی

Marfat.com

وَ اِنَّمَا النَّظْرُ فِی اسْتِمْرَارِهَا فِی الْبَدَنِ وَفِی اَنَّ الْبَدَنَ یَصِیْرُ حَیًّا کَحَالَتِہٖ فِی الدُّنْیَا اَوْ حَیًّا بِدُوْنِهَا وَهِیَ حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاِنَّ مُلَازَمَةَ الرُّوْحِ لِلْحَیٰوةِ اَمْرٌ عَادِیٌّ لَا عَقْلِیٌّ فَهٰذَا مِمَّا یُجَوِّزُهُ الْعَقْلُ فَاِنْ صَحَّ بِهٖ سَمِعَ اِتَّبَعَ وَقَدْ ذَکَرَهٗ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَیَشْهَدُ لَهٗ صَلٰوةُ مُوْسٰی فِیْ قَبْرِهٖ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ تَسْتَدْعِیْ جَسَدًا حَیًّا وَکَذٰلِكَ الصِّفَاتُ الْمَذْکُوْرَةُ فِی الْاَنْبِیَاءِ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ کُلُّهَا صِفَاتُ الْاَجْسَامِ الخ

(۴) قَالَ الْعَلَّامَةُ الْفَاسِیُّ اِعْلَمْ اَنَّهٗ عُلِمَ مِنَ الْاَحَادِیْثِ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ عَلَی الدَّوَامِ اِذْ مِنَ الْمُحَالِ الْعَادِیِّ اَنْ یَخْلُوَا الْوُجُوْدُ کُلُّهٗ عَنْ وَاحِدٍ سَلَّمَ عَلَیْهِ فِیْ لَیْلٍ وَنَهَارٍ فَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ یُرْزَقُ وَاَنَّ جَسَدَهُ الشَّرِیْفَ لَا تَاْکُلُهُ الْاَرْضُ وَکَذَا سَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْثٍ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ لُحُوْمَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی هٰذَا قِیْلَ وَکَذَا الْعُلَمَاءُ وَالشُّهَدَاءُ وَصَحَّ اَنَّهٗ کُشِفَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ فَوَجَدُوْا لَمْ یَتَغَیَّرْ اَجْسَادُهُمْ الخ رمافی در المضیۃ) وَفِیْ عَیْنِ الْوُرُوْدِ شَرْحِ اَبِیْ دَاؤٗدَ ـ قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ اِنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بَعْدَ وَفَاتِہٖ ـ قَالَ السُّیُوْطِیُّ قَالَ الشَّیْخُ تَاجُ الدِّیْنِ الْفَاکِهَانِیُّ یُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّهٗ حَیٌّ عَلَی الدَّوَامِ ـ وَقَالَ الْفَاسِیُّ فِیْ دُرَرِ الْمُضِیَّةِ قَالَ ابْنُ تَیْمِیَّةَ اِنَّ کُلَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا سَلَّمَ عَلَیْهِمُ الزَّائِرُ عَرَفُوْهُ وَرَدُّوْا عَلَیْهِ السَّلَامَ فَاِذَا کَانَ هٰذَا اِلٰی اٰحَادِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَکَیْفَ لِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَفِیْ رِوَایَةٍ زِیَادَةٌ قَالَ اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ الْمَوْتِ کَعِلْمِیْ فِی الْحَیٰوةِ ـ

(۵) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ منہات المعارف میں ارقام فرماتے ہیں ـ اِنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَائِرَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَ مَا قُبِضُوْا وَاُذِنَ لَهُمْ فِی الْخُرُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَالتَّصَرُّفِ فِی الْمَلَکُوْتِ الْعُلْوِیِّ وَالسُّفْلِیِّ فَنَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَصَرَّفُ وَیَسِیْرُ بِجَسَدِهٖ وَرُوْحِهٖ حَیْثُ شَاءَ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَفِی الْمَلَکُوْتِ وَاَنَّهٗ مُغَیَّبٌ مِنَ الْاَبْصَارِ کَمَا غُیِّبَتِ الْمَلَائِکَةُ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ رَفْعَ الْحِجَابِ مِمَّنْ اَرَادَ اِکْرَامَهٗ بِرُؤْیَتِہٖ رَاٰهُ عَلٰی هَیْئَتِهِ الَّتِیْ هُوَ عَلَیْهَا ؛

(۶) کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰے میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں ـ وَلٰکِنْ عَظِّمُوْهُ وَوَقِّرُوْهُ وَنَادُوْهُ بِاَشْرَفِ مَا یُحِبُّ اَنْ یُّنَادٰی بِهٖ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ ؎

Marfat.com

(۷) علامہ قاری شرح الشفاء میں ارقام فرماتے ہیں۔ وَهٰذَا فِیْ حَیَاتِہٖ وَکَذَا بَعْدَ وَفَاتِہٖ فِیْ جَمِیْعِ مُخَاطَبَاتِہٖ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ یُرْزَقُ وَیَسْتَمِدُّ عَنْہُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ قَالَ عَلْقَمَۃُ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ قَالَ الْقَارِیْ لِاَنَّ رُوْحَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔

(۸) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ انباہ الاذکیاء کے آخر میں ارقام فرماتے ہیں: ۔ صَلَّی اللّٰہُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ عَلَی النَّبِیِّ الْحَیِّ الْبَاقِیْ وَعَلٰی اٰلِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ فِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ۔

(۹) قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب اللدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فِیْ مُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰلِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَا خَفِیٌّ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّا وَیُعْرَضُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَعَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ وَاَعْمَالِھِمْ فَلِذٰلِکَ یَشْھَدُ عَلَیْھِمْ الخ۔ وَصَحَّ عَنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ اَخْرَجَہٗ ابوداود والنسائی وَذَکَرَ اَبُوْ حَفْصِ الدَّاوُدِیُّ ھٰذَا الْحَدِیْثَ بِزِیَادَۃِ الشُّھَدَاءِ وَالْمُؤَذِّنِیْنَ وَھِیَ زِیَادَۃٌ غَرِیْبَۃٌ قَالَ فِی الدَّمِیْرِیْ نَعَمْ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ تَکُوْنُ حَیَاتُھُمْ عَلَی الْوَجْہِ الْاَکْمَلِ وَیَحْصُلُ لِوَرَثَتِھِمْ مِنَ الشُّھَدَاءِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالْعُلَمَاءِ الْحَظُّ الْاَوْفٰی فِیْ حِفْظِ اَبْدَانِھِمُ الطَّاھِرَۃِ بَلْ بِالتَّلَذُّذِ بِالصَّلٰوۃِ وَالْقِرَاءَۃِ وَنَحْوِھَا فِیْ قُبُوْرِھِمُ الطَّاھِرَۃِ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ وَالْاٰخِرَۃِ وَھٰذِہِ الْمَسَائِلُ کُلُّھَا ذَکَرَھَا السَّیُوْطِیُّ فِیْ کِتَابِ شَرْحِ الصُّدُوْرِ قَوْلُہٗ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ اَیْ جَمِیْعَ اَجْزَائِھِمْ فَلَا فَرْقَ لَھُمْ فِی الْحَالَیْنِ وَکَذَا قِیْلَ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ کَذَا فِی الْمِرْقَاتِ۔

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کے باب زیارت قبور میں تحریر فرماتے ہیں: ۔" امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است کہ قبر امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تریاق مجرب است مر اجابت دعا را وحجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود۔ بوے در حیات استمداد کردہ مے شود۔ بوے بعد از وفات یکے از مشائخ عظام گفتہ است۔ دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر از اں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر از اولیاء را شمردہ الخ مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است۔ و سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء و مشائخ

Marfat.com

دیار مغرب ... است گفت روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت من گفتم کہ قومے می گویند امداد حی قوی تر است۔ و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است۔ پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است۔ و در حضرت اوست۔ و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصا کردہ شود۔ و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح کہ منافی و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را۔ و بتحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائرین و احوال ایشاں ثابت است و ارواح کاملاں را قربے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر ازاں۔ و اولیاء را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عزوجل شانہ و ہمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانچہ در حیات بود و ہمچنیں در تکمیل الایمان و زبدۃ الاسرار والآثار و غیرہ ([illegible])

حیاتِ النبی پر مولانا محمد قاسم بانی دیوبند کی تحریر کا خلاصہ

اہل علم کے لئے مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی کتاب اجوبہ اربعین سے حیات النبی کا مضمون ملخص کیا جاتا ہے ۔ اجتماع موت و حیات پر بحث کرکے

فرماتے ہیں:

"ہاں اجتماع موت و حیات کے یہ معنی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اور جسم اطہر میں جو علاقہ تھا وہ موت کے عارض ہونے سے منقطع نہیں ہوا۔ اگر دلیل مطلوب ہے تو ایک دلیل انّی اور دوسری دلیل لمّی۔ غرض یہ ہے دلیل انّی کی تقریر یہ ہے کہ سورۂ نساء میں لَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ[۱] فرما کر حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ[۲] الخ فرمایا اور تمام محرمات کو بیان فرما کر وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ[۳] کے ارشاد سے ماورا ان محرمات کی تحلیل فرما دی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سوائے محرمات مندرجہ آیات سابقہ باقی سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس کے بعد سورۂ احزاب میں یہ ارشاد ہوا وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا[۴] اور ظاہر ہے کہ یہ حکم حرمت بھی مثل حکم

۱؎ جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر لیں ان سے تم نکاح نہ کرو (سورۂ نساء رکوع ۴) ۲؎ تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں (وغیرہ وغیرہ) حرام ہیں (سورۂ نساء رکوع ۴) ۳؎ ان عورتوں کے سوا باقی سب تم پر حلال ہیں (سورۂ نساء رکوع ۴)
۴؎ تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ کو اذیت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو (احزاب رکوع ۷)

Marfat.com

حالت مشار الیہ تمام امت کی نسبت ہے کسی ایک آدمی کی تخصیص نہیں اور یہ ظاہر ہے نیز فریقین کے نزدیک مسلم کہ نسخ و تخصیص کا اسی وقت قائل ہونا چاہیے کہ تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو۔ اگر یوں کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی عروض موت سے زائل نہیں ہوتی۔ اور اس وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نکاح منقطع نہیں ہوا۔ تو ہرگز کوئی صورت تعارض کی نہ رہے گی۔ جو نسخ یا تخصیص کا قائل ہونے کی ضرورت پڑے۔ بلکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اس صورت میں وَالْمُحْصَنٰتُ (زندہ شوہر والی عورتوں) میں داخل ہو جائیں گی (رجوع اربعین صفحہ ۲ تا ۷)

حیات النبی کی دلیل لمی

الحاصل آیہ مَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا اَنْ تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ اَبَدًا اور آیہ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ کو ملائیے تو بعد لحاظ کرنے اس امر کے کہ سوائے محصنات کے اور عورتیں سارے جہان پر حرام نہیں ہو سکتیں۔ اہل علم کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اول زندہ ہیں۔ اور آپ کا علاقہ حیات جو تھا وہیں روح پرفتوح اور جسم اطہر کے تھا ہنوز اسی طرح قائم ہے جس طرح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو المومنین ہیں

اگر کسی نے بوجہ ام المومنین ہونے کے بلحاظ آیت وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ ان کو حرام کہا تو ان کا ام المومنین ہونا رسول اللہ کے ابو المومنین ہونے کو مستلزم ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو المومنین ہونا آپ کے زندہ ہونے کو مقتضی ہے۔ چنانچہ دلیل لمی سے جس کا حیات نبوی کے ثبوت کے پیچھے وعدہ لیا جا چکا ہے۔ یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں فرمایا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ اولیٰ کی تفسیر اقرب ہے اور حاصل مطلب یہ ہے کہ نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ مگر سب جانتے ہیں کہ نبوت و ولایت و ابوت بالتصرف اصل میں اوصاف روحانی ہیں۔ اوصاف جسمانی نہیں . . . . . . سو ہمارے نزدیک اولیٰ بمعنے اقرب ہے۔ اور یہ اقربیت اس بات کو مقتضی ہے۔ کہ روح پرفتوح صلی اللہ علیہ وسلم منشا انتزاع ہو اور عامہ مومنین کی ارواح انتزاعیات ہوں۔ یعنی روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علت بمعنے مصدر وجود۔ اور مومنوں کی ارواح معلول بمعنے صادر ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اقربیت اور ابعدیت کے معنے یہ ہیں کہ اگر اس طرف کو حرکت کی جائے۔ تو جو اقرب ہو وہ پہلے آئے اور جو ابعد ہو وہ بعد میں آئے۔ سو ایسی اقربیت کہ اپنے سے بھی زیادہ قریب ہو وہیں متصور ہے جہاں اقرب بہ نسبت اقرب منہ کے علت اور منشا انتزاع ہو۔

پھر فرمایا "اس صورت میں اس بات کا اقرار لازم ہوگا۔ کہ روح پرفتوح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علت ہو۔

Marfat.com

اور ارواح امت محمدیہ معلول بمعنے مذکور ہوا) ۔ اور ظاہر ہے کہ جو بات معلول میں بحیثیت معلولیت ہوتی ہے وہ علت ہی سے مستعارہ ہوتی ہے ۔ چنانچہ معلول ہونا اور توقف وجود اس پہ شاہد ہے کیونکہ توقف وجود تمام اوصاف وجودیہ کے توقف کا خواستگار ہے ۔ اس صورت میں حیات اور روحانیت ارواح امت عرضی اور مستعارہ ہوگی ۔ مگر جیسے معلول کے کمالات مستعار اور عرضی ہوتے ہیں علت کے کمالات اصلی اور خانہ زاد ہوتے ہیں ۔ ...... مگر کسی وصف کے ذاتی ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ بالعرض نہ ہو ۔ چنانچہ سیاق سے ظاہر ہے ۔ یہ نہیں کہ مخلوق ہی نہ ہو ۔ تو جب اقربیت بمعنے مذکور مساوی علت نکلی تو اور سنیئے بلاحظہ آیت اَلنَّبِيُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ اقربیت مذکورہ آپ کو حاصل تھی ۔ اس لئے علیت بھی حاصل ہونی چاہیئے ۔ مگر یہی تو وصف حیات کا آپ میں ذاتی ہونا بھی ضرور ہے ۔ لیکن اوصاف ذاتیہ کا انفکاک خود ظاہر ہے کہ محال ہے ۔ ورنہ اوصاف ذاتیہ اور اوصاف عرضیہ میں کیا فرق رہ جائے ۔ اس صورت میں حیات روحانی حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جاودانی ہوگی ۔ جب یہ بات مقرر ہو چکی ۔ تو اور سنیئے کہ در صورتیکہ ارواح امت روح پر فتوح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ٹھہریں اور امہات پیدا ہوئیں ۔ چنانچہ علیت اور معلولیت سے ظاہر ہے تو ابوت روحانی اور نبوت روحانی کا تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا ۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اس جملہ کے بعد وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ فرمایا کیونکہ آپ کی ابوت کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا امہات المؤمنین ہونا لازم ہے ۔ بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ان دونوں جملوں کے مابین وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ بھی ہے اور یہی ابن عباس کی مؤید ہے کہ اولویت مذکورہ مقتضی ابوت روحانی کی اور ابوت روحانی مذکورہ ازواج مطہرات کی ام المؤمنین ہونے کی خواستگار ہے ۔"

قبر شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی کا اثبات

"حیات روحانی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائم و قائم بلکہ لازم ذات روح نبوی ہونا تو اس تقریر سے معلوم ہو گیا مگر در بارہ نفی میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حیات روحانی سے کام نہیں چلتا ۔ یہاں تو حیات جسمانی کی ضرورت ہے اس لئے کہ اموال اند دائرہ بدن کے توابع و متعلقات سے ہیں ۔ ان چیزوں کی اگر ضرورت ہے تو جسم کو ہی ہے روح کو بالذات کچھ حاجت نہیں ۔ اس کے اثبات دوام حیات جسمانی کی ضرورت ہے ۔ اگرچہ یہ بات ایک کھیہ پر موقوف ہے ۔ اس لئے عرض ہے کہ اوصاف کو اپنے موصوف سے کبھی تو علاقہ صدور کا ہوتا ہے ۔ جیسے حرارت کا تعلق آگ کے ساتھ ہے ۔ اور نور کا تعلق آفتاب کے ساتھ ہے ۔ ظاہر ہے کہ حرارت آگ سے اور نور آفتاب سے صادر ہوتا ہے ۔ یہ دونوں ان میں سے باہر نہیں آتے اس قسم کے تعلق کو ہم تعلق معنی و فائل

Marfat.com

کہتے ہیں۔ اور کبھی اوصاف کو اپنے موصوفات سے وقوع کا علاقہ ہوتا ہے۔ جیسے حرارت کا تعلق گرم پانی کے
ساتھ اور نور کا تعلق زمین کے ساتھ ظاہر ہے کہ یہاں یہ دونوں وصف پانی اور زمین سے صادر نہیں ہوتے
بلکہ آگ اور آفتاب سے صادر ہو کر پانی اور زمین پر واقع ہوتے ہیں۔ اس قسم کے تعلق کو ہم تعلق انفعالی یا مفعولی
کہتے ہیں۔ اس کے بعد روح اور بدن کے تعلق کو دیکھتے ہیں تو جسم کو روح کے افعال کا مظہر پاتے ہیں۔ یعنی
غرض اصلی ان دونوں کے تعلق سے یہ ہے کہ روح سے افعال جوارح صادر ہوں جیسے نور اور جسم آفتاب میں
باہم تلازم رکھنے سے غرض یہ ہے۔ کہ اس سے اوروں کی طرف نور صادر ہو کر ان کو منور کرے۔ الغرض جیسے
نور ذات آفتاب کے لوازم سے نہیں۔ اسی طرح حیات جسمانی ذات جسم اطہر ساقی کوثر صلے اللہ علیہ وسلم
کے لوازم سے نہیں۔ بلکہ جسم اطہر کے وجود کے لوازم سے ہے۔ اور غرض اس تلازم سے یہ ہے کہ روح پاک
کے آثار صادر اور دوسروں پر فائض ہوں۔ اور وہ ظاہر ہے کہ بجز ایصال علم و اعمال اور کچھ نہیں۔ مگر چونکہ
بے اعانت مظہر یعنی جسم یہ افعال صادر نہ ہو سکتے تھے۔ تو اس لئے روح کے ساتھ جسم کے مقارن ہونے
کی ضرورت پڑی۔ الحاصل اس صورت میں جسم انسانی بمنزلہ جسم آفتاب و کواکب و آئینہ مقابل آفتاب ہوگا۔
یعنی جیسے وہاں غیر کی طرف نور کو پہنچانا مدنظر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی منافع علمی و عملی کا پہنچانا مطلوب ہے۔"
پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں" جو اعضا مظاہر قوت عملیہ ہیں مثل دست و پا ان کا نتیجہ تو بجز عمل اور
کچھ ہے ہی نہیں۔ اور جن اعضاء کو مظہر قوت علمیہ بنایا مثلاً چشم و گوش وغیرہ حواس خمسہ ان کا قصہ سنیئے کہ
اول تو علم کا فعل متعدی ہونا اس کے فعل ہونے پر دال ہے۔ وقوع علی الغیر فعل ہی کی شان ہے۔ انفعال
میں یہ بات کہاں۔ دوسرے علم بغرض عمل مقصود ہے بذات خود مقصود نہیں۔ اس لئے علاقہ فی مابین روح
جسم علاقہ فعلی ہے۔ علاقہ انفعالی نہیں۔ اس صورت میں اگر کوئی ایسی چیز جو فعل کے اعمال میں مانع ہو فاعل و
مفعول کے مابین حائل ہو جائے۔ تو فعل یعنی مبدء فعل فاعل کی طرف سمٹ آئے گا۔ مثلاً آفتاب کا نور اگر کسی
حائل کی وجہ سے کسی دوسری چیز مثلاً زمین وغیرہ پر نہ پڑے تو وہ آفتاب کی طرف سمٹ جائے گا۔ اگر سمٹ نہیں
تو زائل بھی نہ ہوگا۔ ہاں مفعول مثلاً زمین وغیرہ سے زائل اور منفک ہو جائے تو وہ نور جو آفتاب سے لے کر
زمین یا آئینہ تک متصل تھا سمٹ کر زمین اور آئینہ سے جدا ہو جائے گا۔ اور آفتاب کی طرف چل دے گا۔ اگر
فرض کرو کہ نور آفتاب آئینہ یا کسی ستارے کے وسیلے سے پہنچتا تھا تو جسم کثیف کے حائل ہونے کی صورت
میں وہ نور جو آئینہ یا کوکب سے اس چیز کی طرف آتا تھا۔ اس چیز سے جدا ہو کر آئینہ اور کوکب کی طرف چل دیگا
الغرض جس طرف فاعلیت اور فعلیت کا علاقہ ہوگا۔ وہ علاقہ ضد کے حائل ہو جانے کی وجہ سے منفک نہ ہوگا۔
البتہ جس جانب انفعال و مفعولیت انفعال اور مفعولیت کا علاقہ ہوگا جسم کثیف کے حائل ہو جانے سے

زائل اور منفک ہو جائے گی۔"

"اس صورت میں روح نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور جسم اطہر کا باہمی تعلق ان کے مابین موت یا موجبات موت کے حائل ہو جانے سے زائل نہیں ہوتا۔ بلکہ مستور ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض انفعال کو کبھی اغراض اصلیہ تعلق روح و بدن سے کہیں۔ تو جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس بات کے کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ تکمیل روح نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور کامل کے جسم کے وسیلے سے تو ہو ہی سکتی، بلکہ اوروں کی ارواح کی تکمیل روح باکمال محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے کی گئی ہے۔"

پھر بعض مزید تصریحات کے بعد فرماتے ہیں۔ "ہر انفعال کے لئے ایک فعل اور ایک فاعل کی ضرورت ہے۔ سو وہ فاعل اگر سوائے خلق کائنات کوئی اور ہے۔ جیسے قمر و کواکب و آئینہ و زمین وغیرہ کے لئے آفتاب تو اگر کوئی اور ہم جنس قمر و کواکب و آئینہ و زمین بیچ میں حائل ہو جائے گا۔ تو وہ نور قمر و کواکب و آئینہ و زمین وغیرہ سے زائل ہو کر اس ہم جنس میں آجائے گا۔" (چند سطور کے بعد فرماتے ہیں)

"اگر فاعل مذکور سوائے خالق کائنات اور کوئی نہیں۔ بلکہ خود خداوند عالم ہی منشا فیض ہے۔ تو وہاں بجز تعلق ارادہ اور کسی سامان کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يُرِيدُ اور اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ وغیرہ آیات اور لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وغیرہ احادیث اس پر شاہد ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ارادہ خداوندی کا روکنے والا سوائے ارادہ خداوندی کے اور کوئی چیز نہیں۔ جو یہ احتمال ہو کہ کوئی چیز کائنات اور عالم اسباب میں ہو گی جو ارادہ خداوندی کی مانع ہے۔ چنانچہ آیات مرقومہ بالا اور حدیث مذکور اس پر شاہد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نور آفتاب بجز سلب خداوندی اور کسی چیز سے زائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نور آفتاب سوائے خزانہ خداوندی کے عالم اسباب کے کسی فرد سے مستعار نہیں یعنی مثل نور قمر و کواکب و آئینہ قلعی دار و زمین وغیرہ جو فیض آفتاب ہے۔ نور آفتاب بھی طرح کسی اور جسم سے مستعار نہیں بلکہ یہ۔ یہ بات ٹھہری تو دوام حیات جسمانی نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ اس لئے کہ جیسے آفتاب کی نورانیت کی یہ صورت ہوئی کہ مابہ النورانیت یعنی نور اور آفتاب میں خود خداوند کریم نے علاقہ رکھا ہے تو اسی طرح مابہ الحیات والروحانیات یعنی روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جسم اطہر میں خود خداوند کریم نے علاقہ بندی کی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس طرح قمر اور کواکب کی نورانیت کا منبع و منشا آفتاب کا نور ہے اسی طرح حیات جسم اطہر کا منبع و منشا کسی اور کی روح ہے۔ چنانچہ اول تو اس مضمون کے اثبات کے لئے کسی امتی کو خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ یا کوئی اور دلیل و استدلال کی ضرورت نہیں۔ دوسرے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ سے بشرط فہم و انصاف یہ بات ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ارسال کے وقت سے لے کر کہ وہی وقت حیات جسمانی کا

Marfat.com

تھا اور ان کی طرف افاضہ اور فیض ہے۔ اور ان کی طرف سے اس طرف کو افاضہ و فیض نہیں۔ چنانچہ مقتضائے حصر الا ہر کسی کے نزدیک یہی ہے۔"

"با ایں ہمہ ارواح امت کی روحانیت کا مستفاد ہونا آیہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کے وسیلہ سے ثابت ہو سکا۔ اور ارواح انبیاء علیہم السلام میں فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا جملہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ سے بشرط فہم و انصاف ظاہر و باہر۔"

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

موافق حدیث اِنَّ لِکُلِّ اٰیَةٍ ظَهْرًا وَّ بَطْنًا خاتمیت زمانی کے لئے جواز قسم ظہر ہے یعنی وہ معنے ظاہری کی قسم سے ہے۔ کوئی بطن یعنی معنے باطنی بھی چاہئیں۔ سو باعتبار باطن خاتمیت نبوت یہ ہے کہ آپ پر سلسلہ فیض نبوت ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی جیسے نور قمر و کواکب فیض آفتاب ہے اور نور آفتاب عالم اسباب میں سے کسی اور کا فیض نہیں اسی طرح نبوت انبیائے سابقین علیہم السلام تو فیض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ پر نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم عالم اسباب میں کسی اور کا فیض نہیں۔ جیسے آفتاب پر سلسلۂ نور ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس لئے اس کو خاتم النیرات کہیئے تو بجا ہے۔ اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت اختتام پاتا ہے اور اس وجہ سے آپ کو خاتم النبیین کہنا زیبا ہے۔"

"یہ تقریر خاتِم بکسر تاء کی صورت میں تو جو قرأۃ ابوبکر ہے محتاج تفصیل نہیں۔ پر خاتَم بفتح تاء کی صورت میں جیسے کہ حفص کی قرأۃ ہے البتہ بظاہر کم فہم لوگوں کو چسپاں معلوم نہ ہوتی ہوگی۔ اس لئے اتنا عرض ہے کہ جیسے خاتم بفتح تاء جمع مہر کا اثر مختوم علیہ میں ہوتا ہے اور حروف مہر مختوم علیہ میں منتقش اور منعکس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح منبع فیض کا اثر مستفیض میں منتقش اور منعکس ہوتا ہے۔"

آپ کی خاتمیت زمانی میں وجہ افضلیت

جب خاتم النبیین کے یہ معنے ہوئے تو آپ کی افضلیت و سیادت اور تاخر زمانی سب بجائے خود ہوئے۔ افضلیت اور سیادت کا حال تو محتاج بیان نہیں۔ رہی خاتمیت زمانی۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ مہمان کو اگر متعدد کھانے کھلاتے ہیں۔ تو عمدہ اور افضل کھانا سب سے بعد دیتے ہیں۔ سو ایسے ہی مہمانان دار دنیا کے لئے دین اور محبت دین اور مردان دین یہ دولت و نعمت خداداد ہیں جن میں سے سب میں افضل اور عمدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ قرآن اور دین و ایمان تھا۔ اس لئے سب کے بعد آپ کا ظہور مناسب ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ خاتمیت زمانی کا مفاد ہے۔"

آپ کی حیات انبیائے سابقین کا فیض نہیں

اس تقریر سے جہاں آپ کی سیادت افضلیت اور خاتمیت زمانی کا راز معلوم ہو گیا۔ یہ بات بھی عیاں ہو گئی کہ آپ کی روح

Marfat.com

پُر فتوح اور آپ کی حیات افیض انبیاء سابقین علیہم السلام نہیں۔ کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آگ کا وجود تو پانی سے پیدا ہو اور پانی کو حرارت آگ سے حاصل ہو۔ بلکہ اگر آگ کا وجود پانی کا فیض ہو تو حرارت بھی پانی ہی کا فیض ہوتی۔ پھر یہ الٹا معاملہ ممکن نہ تھا۔ کہ پانی کی حرارت آگ کا فیض ہوتی۔ اسی طرح یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تو ارواح انبیائے سابقین علیہم السلام سے پیدا ہوئی ہو اور نبوت انبیاء سابقین علیہم السلام فیض محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ بالجملہ انبیائے سابقین علیہم السلام کی ارواح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہیں اور روح محمدی کسی سے مستفیض نہیں۔

حیات انبیاء اور حیات شہداء میں فرق

الغرض انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی کو دوام لازم ہوا۔ اور اس دوام حیات کو منجملہ لوازم وجود سمجھنا پڑا اس صورت میں متعلقات جسم یعنی ازواج و اموال سے علاقہ منقطع نہ ہوگا۔ مال مملوک اور ازواج منکوحہ سمجھے جائیں گے۔ اگر سوال ہو کہ پھر مال میں تصرف کرنے اور منکوحات سے فوائد ازدواج حاصل کرنے پہ قدرت کیوں نہیں۔ جواب یہ ہے۔ کہ یہ عدم قدرت ملک اور نکاح میں کچھ رخنہ انداز نہیں۔ جس طرح مجنون دائمی کا مال اس کی ملک سے خارج نہیں ہوتا نہ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کو ان دونوں سے منتفع ہونے پہ قدرت نہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے مال میں تصرف کرنے اور اپنی ازدواج سے فائدہ پانے پہ قادر نہ ہونے کے باوجود اپنے مال کے مالک اور اپنی ازواج کے شوہر ہیں۔ غرض ہماری ازواج و اموال کی طرح عروض موت کی وجہ سے ان کی ملک و نکاح سے خارج نہ سمجھی جائیں گی۔ اور شہداء اگرچہ موافق ارشاد خداوندی ہمارے نزدیک منجملہ احیاء ہیں۔ مگر ان کی حیات جسمانی بوجہ تعلق جسم دنیوی نہیں۔ بلکہ اجسام جنت سے ان کی ارواح کو تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں مصرح ہے اور لفظ قرآنی اعنی عِندَ رَبِّھِم اس کی طرف مشیر ہے۔ اس لئے متعلقات جسم دنیا سے ان کو کیا سروکار جو باعث میراث اموال و نکاح ازواج ہو۔"

(اقتباسات اجوبہ اربعین از صفحہ ۸۹ تا صفحہ ۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بمنزلہ زندگی ہے اور عوام کی موت بمعنی حقیقی موت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ (الزمر ع)

(اے پیغمبر) کچھ شک نہیں کہ تم بھی مرنا ہے اور کچھ شک نہیں کہ ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے دن تم (دونوں فریق) اپنے پروردگار کے روبرو

Marfat.com

(اپنے اپنے) جھگڑے پیش کروگے"۔

اس آیت سے مولانا علیہ الرحمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور عوام کی موت کے بعد جداگانہ ہونے پر یوں استدلال فرماتے ہیں۔ (اجوبہ اربعین صفحہ ۸۰-۸۱)

"اِنَّکَ مَیِّتٌ جدا فرمایا اور اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ جدا فرمایا اور ان دونوں کو مثل جملہ لاحقہ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَخْتَصِمُوْنَ ایک خطاب میں اکٹھا نہیں کیا۔ تاکہ وہ فائق شناسان معانی سنج کو اس جانب تنبیہ رہے کہ موت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قسم کی ہے، اور موت امت اور قسم کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت یہ ہے کہ آپ کی حیات موت کے وقت زوال حیات کل یا بعض ہوتا ہے"۔

اس بیان سے پہلے صفحہ ۴۷ پر اس استتار حیات نبوی پر دو موت کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

"حیات منجملہ اوصاف و عوارض ہے۔ اقسام موصوفات اور جواہر میں سے نہیں اور ظاہر ہے کہ اوصاف وجودی دو حال سے خالی نہیں ہوتے۔ یا اوصاف ذاتیہ ہوں گے یعنی ذات موصوف کے حق میں خانہ زاد ہوں کسی اور کا فیض نہ ہوں۔ جیسے آگ کی حرارت آگ کے لئے ذاتی وصف ہے اس قسم کے اوصاف سب جانتے ہیں کہ موصوف سے جدا نہیں ہوتے۔ اور اگر اوصاف وجودی اوصاف ذاتیہ نہ ہوں تو عرضیہ ہوں گے یعنی کسی اور کا فیض ہوں گے۔ جیسے گرم پانی کی حرارت کہ یہ خود پانی کا وصف نہیں بلکہ اس آگ کا فیض ہے جو اس کے نیچے روشن ہے۔ اس قسم کے اوصاف البتہ زوال پذیر ہوتے ہیں لیکن اس قسم کے اوصاف اگر ایک جگہ سے معدوم ہو جاتے ہیں تو جہاں سے ان کا فیض آرہا تھا۔ یعنی جہاں وہ اپنے موصوف کے خانہ زاد تھے۔ وہاں سے معدوم نہیں ہوتے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہر وصف عرضی کے لئے ایک موصوف بالذات ضروری ہے جس سے اس کا فیض موصوفات بالعرض کو پہنچتا ہو۔ پس جس ذات گرامی کی حیات ذاتی ہوگی۔ اس کی حیات معدوم نہیں ہوگی۔ اگر ہوگی تو مستور ہوگی۔ اور وہ چیز جس کو آیت مندرجہ بالا میں موت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس حیات کے لئے بمنزلہ پردہ ہوگی۔ اس کو زائل نہیں کر سکے گی"۔

"اب ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات خانہ زاد ہو اور دوسرے افراد بشر کی حیات عالم امکان میں اسی طرح حیات نبوی کا فیض ہو جس طرح چاند کا نور آفتاب کا فیض ہے۔ تو اس صورت میں آپ کی حیات موت کے وقت زائل نہ ہوگی۔ اگر ہوگی تو مستور ہوگی۔ جیسے سورج گہن کے وقت آفتاب کا نور

۱؎ یعنی جس طرح ثم انکم میں جناب رسول کو اور عوام بشر کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ تم سب اپنے اپنے جھگڑے پیش کروگے۔ اسی طرح میتون میں سب کو یکجا نہیں کیا۔ بلکہ جناب رسول کی موت کا ذکر الگ اور عوام کی موت کا ذکر الگ کیا ۱۲

Marfat.com

چاند کی اوٹ میں مستور ہوجاتا ہے۔ آفتاب سے زائل نہیں ہوتا۔ آفتاب اس وقت اپنی جگہ روشن اور درخشاں ہوتا ہے۔ بخلاف آپ کے دوسرے افراد بشر کی حیات چونکہ ان کا ذاتی وصف نہیں ہوتی موت آنے سے بالکل یا بوجہ من الوجوہ زائل ہو جاتی ہے۔ جیسے چاند گرہن میں جب آفتاب اور چاند کے مابین زمین حائل ہو جاتی ہے تو چاند کا نور اس سے زائل ہو جاتا ہے۔ مستور نہیں ہوتا۔ مستور تو جب ہوتا کہ وہ نور چاند کا ذاتی نور ہوتا۔ وہ تو آفتاب سے اس کے اوپر فائض ہوا تھا۔ زمین کے آڑ بن جانے سے وہ سلسلہ فیض رک گیا اور چاند بے نور رہ گیا۔ اسی طرح عوام پر موت کا ورود اس کی حیات کے زوال کا باعث ہو جاتا ہے"۔

"غرض اسی طرح موت کے وقت آپ کی حیات زیر پردہ موت کے نیچے جس کا آیت میں اشارہ ہے مستور ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی حیات بالکل زائل ہو جاتی ہے منجملہ موت اور حیات دونوں اگر اختلاف جہات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں تو کونسا محال لازم آئے گا۔ حیات ذاتی ہو گی اور موت عرضی"۔

صفحہ ۸۰ پر ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اگر مثال درکار ہے تو وہی کسوف خسوف ہے یا چراغ کا کسی ہنڈیا میں بوسیلہ سرپوش بند ہو کر مکان میں اندھیرا ہو جانا۔ یا گل ہو کر روشنی کا زائل ہو جانا۔ سو جیسے کسوف (سورج گرہن) میں استتار نور اور خسوف (چاند گرہن) میں زوال نور ہوتا ہے۔ اور نور چراغ پہلی صورت میں مستور ہو جاتا ہے اور دوسری صورت میں زائل ہو جاتا ہے۔ اور اندھیرا ہونے کے لئے خسوف و کسوف اور چراغ کا بند ہونا اور گل ہونا دونوں برابر ہیں۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب استتار حیات ہوا اور امت کی جانب زوال حیات اس لئے تو وقوع موت کی خبر دینے میں انک میت بتا کہنا اور انھم میتون الگ فرمایا۔ اور موت پر جو احکام متفرع ہوتے ہیں ان پر یوں تفریع فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے کوئی نکاح نہ کرنے پائے۔ چنانچہ ارشاد لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا سے ظاہر ہے اور ازواج امت کے حق میں یہ ارشاد گویا اَلَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ تا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ ع ۲۰) یعنی جب خاوند مر جائے تو عورت کو جائز طریق پر اپنے حق میں نکاح کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

موت وحیات میں تقابل اور اس کی نوعیت

مولانا محمد قاسم صاحب آب حیات کے صفحہ ۱۰۲ پر فرماتے ہیں:۔

موت وحیات میں تقابل کا انکار تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کلام ہو تو تعیین تقابل میں ہو سکتا ہے۔ سو تقابل تضائف اور تقابل ایجاب وسلب تو اس جگہ بن نہیں سکتا۔ ہو نہ ہو تقابل تضاد یا تقابل عدم وملکہ ہو گا۔ تقابل تضائف کے نہ ہونے کی تو وجہ یہ ہے۔ کہ حیات کا تعقل موت پر موقوف نہیں۔ اگر تقابل تضائف ہوتا۔ تو

طرفین کا تعقل ایک دوسرے پر موقوف ہوتا اور تقابل ایجاب و سلب ہو تو یہ معنی ہوں گے کہ موجودات میں کوئی چیز ایسی نہ ہو جس پر حیات یا موت بحمل مواطات صادق نہ آئے۔ سو اول تو اجساد و اموات ہی ایسے ہیں کہ ان پر حیات و موت دونوں صادق نہیں آتے۔ دوسرے جمادات وغیرہ پر حیات و موت چھوڑ حی و میت کا اطلاق بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ ہاں تقابل تضاد و تقابل عدم و ملکہ ممکن ہے۔ ان میں بحسب ظاہر تو تقابل عدم و ملکہ ہی غالب معلوم ہوتا ہے۔ اور باعتبار اشارہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ الخ اور حدیث ذبح موت تقابل تضاد غالب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ مخلوقیت صفات موجودات اور وجودات میں ہے۔ عوام کو اس سے کیا سروکار۔ بہرحال یہ دو احتمال ہیں۔ سو ان میں سے جونسا احتمال مسلم ہو ہمارا مطلب اس سے انشاء اللہ نکل آئے گا۔ ہاں یوں سمجھ کر کہ جہل سے علم بہتر ہے ہم ہی شاید مناسب دیکھ کر اس باب میں کچھ اشارہ کر جائیں

تقابل عدم و ملکہ میں موت نبی اور موت مومنین میں فرق

بالجملہ مابین موت و حیات تقابل تضاد ہو۔ یا تقابل عدم و ملکہ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عوام اور مومنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے ہاں فرق ذاتیت و عرضیت منظور نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے۔ یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے۔ اس لئے بوقت موت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات زائل نہ ہوگی۔ ہاں مستور ہو جائے گی۔ اور حیات مومنین ساری یا آدھی تہائی زائل ہو جائے گی۔ سو درصورت تقابل عدم ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مثل آفتاب سمجھئے کہ بوقت کسوف قمر کے آڑ میں حسب زعم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے۔ زائل نہیں ہوتا۔ یا مثل شمع و چراغ خیال فرمایئے۔ کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجے۔ تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ اور در بارۂ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمایئے۔ کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد یا اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔ البتہ روغن یا فتیلہ یا کسی قدر تھوڑی دیر تک سر فتیلہ میں آتش باقی رہ جاتی ہے۔

تقابل تضاد میں موت نبی اور موت مومنین میں فرق

درصورت تقابل تضاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استتار حیات کو تو ایسا سمجھئے جیسے کہ کسی قدر آب سرد کو آگ سے کچھ حرارت پہنچا کر گرم کیا جائے اور حیات مومنین کے زوال کی مثل یہ ہے کہ جیسے مٹی۔ پتھر لکڑی وغیرہ

ل‍ه یعنی بحمل مواطات صادق نہیں آسکتے۔ اور حمل مواطات کی صورت یہ ہے کہ کسی زندہ کو حیات کہیں اور مردہ کو موت کہیں اور ظاہر ہے کہ یہ حمل صحیح نہیں۔ (ناقل)

Marfat.com

پہلے جاڑے سے یا برف پڑنے سے ٹھنڈے ہو رہے ہوں۔ پھر اُن کو آگ سے سینک کر یا دھوپ میں رکھ کر گرم کر لیا جائے۔ اب دیکھئے آب سردی کی معمولی سردی جو اسباب حرارت کے نہ ہونے کے وقت موجود ہوتی ہے۔ آگ کی گرمی پہنچانے سے زائل نہیں ہوتی۔ البتہ حرارت کے پردہ کے نیچے مستور ہو جاتی ہے۔ ورنہ اگر زوال محض ہو۔ تو یہ معمولی برودت صفت ذاتیہ نہ ہوتی۔ بلکہ صفت عرضیہ ہوتی۔ جس کے لئے کوئی موصوف بالذات سوائے آب کے ضروری ہے۔ کیونکہ بالعرض کے لئے ایک موصوف بالذات واجب ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ برودت معمولی کے لئے کوئی سبب خارجی نہیں۔ بلکہ بعد مفارقت اسباب حرارت عارضہ مثل آتش و آفتاب پھر وہ برودت عائدہ حال آب ہو جاتی ہے۔ اس سے صرف یہ بات روشن ہے کہ یہ صفت کسی سبب خارجی سے حادث نہیں ہوتی بلکہ ذاتِ آب کا اقتضا ہے۔ اور یہی پتھر لکڑی وغیرہ میں ظاہر ہے۔ کہ دونوں حالتیں خارج ہی سے آتی ہیں خداداد ہیں۔ خانہ زاد نہیں ایک حالت جاتی ہے تو دوسری اس کی جگہ آجاتی ہے۔

حیات اولاً و بالذات روح کی صفت ہے اور ثانیاً و بالعرض بدن کی صفت ہے

اہل عقل میں سے کسی کو اس میں تامل نہ ہوگا۔ کہ حیات اولاً و بالذات صفاتِ روح میں سے ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض اس معلوم الوجود اور مجہول الکیفیت تعلق کے ذریعہ سے جو روح کو اپنے بدن کے ساتھ حاصل ہے حیات روحانی جسم عنصری پر عارض ہو جاتی ہے۔ ورنہ جسم بذاتِ خود موصوف بالحیات نہیں۔ بلکہ مثل آب گرم کہ بوسیلہ آتش گرم ہو کر تا وقت مجاورت روح زندہ رہتا ہے۔ پھر جیسے پانی بعد زوال مجاورت مذکور شیئاً فشیئاً ٹھنڈا ہو کر اپنی حالت اصلیہ پر آجاتا ہے۔ بدن حیوانی بھی بعد زوال تعلق مذکور شیئاً فشیئاً اپنی حالتیں بدل کر جمادیت اصلیہ پر آجاتا ہے۔

موت صفت اصلی کس کی ہے؟ اور عارض کس پر ہوتی ہے؟

خیر حیات کا بہ نسبت روح اصلی ہونا اور بہ نسبت بدن عرضی ہونا تو ظاہر تھا اب اس کی تحقیق سنیئے کہ موت اوّل کس کی صفت ہے اور پھر عارض کس پر ہوتی ہے۔ اوّل تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ اور كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ان دونوں آیتوں میں موت کو نفس کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ جس سے نفس یعنی روح کا معروضِ موت ہونا مستفاد ہے۔ دوسرے تقابل میں اتحادِ محل معتبر ہے۔ سو ارواح و اجسام دونوں کی حیات کے مقابلہ میں ایک موت بھی ہوگی۔ فرق ہوگا تو یہ ہوگا۔ کہ کہیں موت ساتر حیات ہو۔ اور کہیں دافع و مزیل حیات۔ ہاں اجسام مومنین امت کی موت کے لئے بھی کچھ ضرورت نہیں۔ کہ اوّل عروض

موت روحانی یا زوالِ حیات ارواح ہوا ہے۔ بلکہ انقطاع تعلق معلوم ہی کافی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ قمر مشرق سے مغرب کو جاتا ہے اور اس حرکت میں ایک قطعہ زمین سے اس کا تعلق پیدا ہوتا جاتا ہے۔ تو ایک قطعہ زمین سے تعلق زائل بھی ہوتا رہتا ہے۔ کچھ تو بوجہ کرویت ارض یہ بات ضروری ہے اور کچھ بوجہ حیلولت در و دیوار و ابر و غبار یہ حالت پیش آتی ہے۔ سو قطعات زمین کا بے نور ہو جانا اس صورت میں ایسا ہی ہے جیسے بوقت خسوف تام ہوتا ہے۔ خسوف تام کے وقت بے نوری کا صدمہ پہلے قمر کو پہنچتا ہے۔ پھر اس کے باعث قطعات زمین بے نور ہو جاتے ہیں۔ اور پہلی صورت میں جبکہ نور قمر کا تعلق ہی قطعات ارض سے زائل ہوتا ہے قمر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ البتہ قطعات زمین بے نور ہو جاتے ہیں۔ رہا جسد اطہر حضرت ساقیٔ کوثر صلے اللہ علیہ وسلم سو ہر چند اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو وہی عروض موت دوسری روح اقدس اور جسم اطہر کے تعلق کا زوال۔ بالجملہ انفکاک علاقہ فیما بین روح پاک و جسم مصطفےٰ ممکن ہے اور کیوں نہ ہو۔ جو حادث ہے اس کا زوال بھی ممکن ہے۔ اور اس کا عدم بھی وجود کے برابر مرتبہ امکان میں رکھتا ہے۔ لیکن عالم اسباب میں کسی سبب کے ساتھ میت کا ارتباط نہیں۔ یعنی جیسے عالم اسباب میں ارض و سماء کی تنویر کے لئے شمس و قمر، اور احراق اجسام سوختنی کے لئے آتش حرارت پرور اور تبرید کے لئے آب مفرح خاطر خداوند مسبب الاسباب نے مقرر فرمایا ہے۔ اس طرح ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح اور جسم کے علاقہ کو منقطع کرنے کے لئے کوئی سبب نہیں بنایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم و روح میں انقطاع نہ ہونے کی وجہ

اگر اس کی وجہ مطلوب ہے تو سنیئے کہ روح کو بدن کے ساتھ جو تعلق ہے۔ وہ روح کی تکمیل کی غرض سے ہے۔ رفتار و گفتار، داد و دہش مثل ابصار، استماع سب اس پر موقوف ہیں۔ غرض فاعلیت کی تکمیل اور موثریت کے اتمام کے لئے روح کو بدن کے تعلق کی اسی طرح ضرورت ہے۔ اگر روح کے پاس یہ بدن کا آلہ نہ ہو۔ تو روح اپنے تمام اعمال و افعال میں معذوروں کی طرح بے دست و پا ہے بالجملہ علاقہ بدنی سے مقصود بالذات اتمام فاعلیت ہے۔ اور انفعال اگر پیش آجائے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی ضارب کے بدن کے ذریعہ سے مضروب ہو جائے تو یہ غرض اصلی نہیں۔

اس تعلق کا ثمرہ بدن کے حق میں فقط حیات جسمانی ہے اور حیات فقط بغرض عمل مقصود ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا[1] اس جملہ لِيَبْلُوَكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

[1] اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھے عمل بجا لاتا ہے۔

Marfat.com

سے صاف ثابت ہے کہ عمل اصل ثمرہ حیات ہے ۔ اور مطلوب بالذات ہے ۔ سو حیات کے عمل میں موثر ہونا تو محتاج بیان نہیں ۔ رہی موت تو جس طرح اس کا خوف اور پورا ایمان بعثت امتثال اس بات کا باعث ہے ایسا اور کوئی امر نہیں ۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے ۔ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ[1] بالجملہ حیات اصل منشا اعمال اور مبدء افعال ہے اور بالذات اعمال کو مقتضی ہے ۔ اور اعمال کے لئے باد قریب ہے ۔ اور موت بالذات تو رافع عمل ہے ۔ پر بالتبع مقتضی اعمال ہوتی ہے ۔ چنانچہ مذکور ہوا ۔ اس وقت حاصل حیات یہ نکلا کہ اعمال پر قدرت ذاتی ہو ۔ اور حاصل موت یہ کہ اعمال سے عاجز آجائے ۔ اور مورد حیات و موت اصل میں قوت علمی اور قدرت اختیاری ہوگی چنانچہ آیت ۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سورۃ الزمر ع)

لوگوں کے مرتے وقت اللہ ان کی روحوں کو (اپنے پاس) بلا لیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں (ان کی روحیں بھی) ان کے سوتے وقت (خدا کے ہاں بلائی جاتی ہیں) تو جن کی نسبت (خدا) موت کا حکم صادر فرما چکا ہے ان کو (اپنے ہاں) رکھ رکھتا ہے اور باقی (سونے والوں) کو ایک وقت مقرر تک پھر (دنیا میں) بھیج دیتا ہے ۔

یہی بالتزام اس دعوت کی مصداق ہے ۔ اس لئے کہ امساک وارسال صلوح حرکت کو مقتضی ہیں ۔ سو عمل میں بجز حرکت اور کیا ہوتا ہے ۔ بالجملہ حیات و موت قوت علمی کا امساک وارسال ہے ۔ قوت علمی کا اس میں کچھ دخل نہیں اس جگہ سے امکان ادراک ثواب وعقاب قبر اموات کے لئے مسلم ہوگیا ہوگا ۔ (آگے بعض قیود و شرائط کی توضیح کر کے فرماتے ہیں)

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو بغور سنئے کہ تعلق کی دو قسمیں ہیں ایک تعلق فعلی اور فاعلی دوسرا تعلق انفعالی اور منفعلی ۔ مثلاً نور کا تعلق آفتاب کے ساتھ فعلی ہے ۔ اور آفتاب کا تعلق نور کے ساتھ فاعلی ہے ۔ اور زمین کے ساتھ اسی نور کا تعلق انفعالی اور زمین کا تعلق اسی نور کے ساتھ منفعلی ہے ۔ یا مثلاً نور کا تعلق شمع و چراغ کے ساتھ فعلی اور چراغ و شمع کا تعلق اسی نور کے ساتھ فاعلی اور زمین وغیرہ کے ساتھ اسی نور کا تعلق انفعالی اور زمین وغیرہ کا تعلق اسی نور کے ساتھ منفعلی ہے ۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ فاعل و منفعل کے بیچ میں کوئی شے حائل وحاجب ہوتی ہے تو وہ شے تعلق انفعالی و منفعلی کی مانع ہوتی ہے ۔ کیونکہ خود قائم نظام منفعل ہو جاتی ہے اور منفعل تو ہو جاتی ہے ۔ مگر تعلق فعلی و فاعلی کی مانع نہیں ہوتی ۔ اس طرف شان وحدہ لاشریک لہ ہوتی ہے

[1] لذتوں کو تباہ کرنے والی یعنی موت کو بکثرت یاد کیا کرو ۔

Marfat.com

اور کیوں نہ ہو خداوند خالق کو جمیع قوئے افعال اور افعال کے ساتھ تعلق فاعلی ہے اور ان مبادی اور قوئے اور افعال کو اس کے ساتھ تعلق فعلی ہے۔ سو جس کو یہ شان میسر آتی ہے اس کو بقدر مرتبہ شان وحدہٗ لاشریک لہٗ بھی حاصل ہی حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی ایسا جسم جو نور کے ساتھ تعلق رکھنے کے قابل ہو آفتاب اور زمین کے مابین یا چراغ اور زمین کے مابین حائل ہو جاتا ہے۔ تو وہ نور کے تعلق انفعال اور زمین کے تعلق منفعلی کا مانع ہوتا ہے یعنی اس تعلق کو زمین سے چھین کر اپنے تصرف میں لے آتا ہے۔ آفتاب اور چراغ کے ساتھ نور مذکور کو جو تعلق تھا۔ وہ تعلق بدستور رہتا ہے اس میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ تعلق مذکور زور قوی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ منفعل اول کی نسبت منفعل ثانی یعنی حائل اور حاجب فاعل سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور نور آپ جانتے ہیں کہ جتنا رکتے جاؤ فاعل ہی کی طرف کو ہٹتا آتا ہے۔ اگر چراغ کو کسی چھوٹی سی ہنڈیا میں بند کر دیجے۔ تو وہ نور منتشر جو پہلے دور دور تک پھیلا ہوا تھا متداخل و مندمج ہو کر فقط ہنڈیا ہی میں سما جاتا ہے۔ اور شعلہ چراغ سطح داخل ہنڈیا تک نور شدید ہو جاتا ہے۔“

اور اگر بالفرض کوئی چیز مابین فاعل و منفعل حاجب و حائل تو نہ ہو۔ پھر شرائط انفعال مفقود ہو جائیں مثلاً تقابل و تحاذی فوت ہو جاتا ہے۔ یا منفعل معدوم ہو جاتے تو اس وقت گو تعلق اول شدید و مستحکم نہ ہو پھر زوال و نقصان بھی متصور نہیں۔“

”ان سب مضامین کے بعد یہ عرض ہے کہ حیات و موت تو حسب تحقیق سابق ارسال و امساک قوت عملی کا نام ہوا۔ اور تعلق حیات بالبدن تعلق فعلی و فاعلی ہے۔ تو اس صورت میں مانع تعلق قوت عملیہ بالاعمال تو متصور ہو گی پر منع تعلق قوت عملیہ بالبدن جو مبدء افعال اور منشاء حیات ہے متصور نہیں۔ ہاں اگر تعلق قوت عملیہ کا بدن کے ساتھ فقط تعلق فعلی و فاعلی نہ ہو۔ بلکہ تعلق انفعالی اور منفعلی بھی ہو تو اس وقت کو بجہت فعل و فاعلی قوت مذکورہ کے تعلق کا ارتفاع ممتنع ہو پر بجہت انفعال و منفعل متصور ہے۔ سو یہ بات حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو متصور نہیں کیونکہ آپ کی حیات مستعار نہیں کسی دوسرے کا طفیل نہیں پر ہاں نسبت حیات امت البتہ ممکن ہے۔ کیونکہ حیات روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کو تحقیقات سابقہ کے موافق ابدان مومنین کے ساتھ تو تعلق انفعالی و منفعلی ہے اور آپ کے بدن اطہر کے ساتھ تعلق فعلی و فاعلی ہے اور بنائے حیات قوت عملیہ پر ہے۔ اور وہ قوت آپ میں ذاتی۔ اور آپ کے سوا دوسروں میں عرضی ہے سو اس کو اگر ابدان مومنین کے ساتھ تعلق ہو گا تو لاجرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے انفعالی اور افعالی کے اعتبار سے فعلی ہو گا اور اس حیات سے ابدانِ مومنین کی ایسی مثال ہو گی جیسے آئینہ کو ادھر آفتاب کے مقابل ہے اور ادھر زمین وغیرہ سے آمنا سامنا۔ سو جیسے آئینہ اور آئینہ کے مابین حائل ہوتی ہے۔ تو پھر وہ

Marfat.com

نور آئینہ سے چھوٹ کر سارے کا سارا آفتاب کی طرف ہو لیتا ہے۔ مگر در صورتیکہ جسم حائل مابین آفتاب و آئینہ حائل ہو تو پھر فقط آئینہ ہی بے نور نہیں ہوتا زمین بھی بے نور ہو جاتی ہے"

عامۂ مومنین کی موت کی صورت

"پس اگر موت امر وجودی ہے۔ اور موت و حیات میں باہم تقابل تضاد ہے۔ اور یہی حق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات و احادیث اس پر دال ہیں تو پھر موت مومنین کی تو یہ صورت ہوگی کہ مابین روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مابین معروضات ارواح مومنین جن کے تسلیم سے بر وفق تحقیقات سابقہ چارہ نہیں وہی امر وجودی حائل ہو جائے اور تعلق حیات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جو معروضات مذکور کے ساتھ انفعالی تھا منقطع ہو جائے اور موت حقیقی ظہور میں آئے اور اگر موت امر عدمی ہے۔ اور باہم تقابل عدم و ملکہ ہے۔ تب بھی اس کا انجام یہی ہوگا۔ کیونکہ انفکاک تعلق انفعالی مابین روح مقدس حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم اور معروضات ارواح مومنین حاصل ہے۔ ضرور ہے۔ مگر بہر طور تقابل تضاد ہو یا تقابل عدم و ملکہ انفکاک علاقہ انفعال حیات و منفعل معروضات جسم کے ہیجان ہو جانے کو مستلزم ہے"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور روح اقدس میں کسی حائل و حاجب کا امکان ہی نہیں؛

یہ بات خوب روشن ہو گئی۔ کہ مابین روح اطہر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جسد مطہر جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کسی حائل و حاجب کی گنجائش نہیں۔ جو موت بمعنے انقطاع علاقہ حیات متصور نہیں کیونکہ علاقہ روح و جسد حسب تحقیق مذکورہ بالا فعلی ہے اور اس علاقہ کے انقطاع کی کوئی صورت نہیں پھر مداخلت مانع و حاجب ہو تو کیونکر ہو۔ اس صورت میں یہ فرق ہاتھ لگا کہ تعلق حیات و بدن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قابل انفکاک نہیں پھر موت جسمانی حضرت حبیب ربانی جو قابل انکار نہیں بجز اس کے متصور ہی نہیں کہ حیات مذکورہ بوجہ پیدائش موت مستور ہو جاتی ہے"۔

وعدۂ الٰہیہ یہ ہے کہ آپ کی حیات کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا

وعدۂ الٰہی یہی ہے کہ علاقہ روح و جسد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم منقطع نہ ہوگا۔ چنانچہ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا بعد ملاحظہ اجازت عامہ جو در صورت موت ازواج آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے دوبارہ نکاح متوفی عنہا زوجہا ثابت ہے اس پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی علے العموم آیت یتوفون منکم تو بعد عدت در صورت زوال حیات انقطاع نکاح پر

Marfat.com

شاہد ہے اور آیت وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ ۔ حرمت نکاح ازواج مطہرات پر الی الابد دال ہے ۔ پھر تطبیق کی بجز اس کے اور کیا صورت ہے ۔ کہ نکاح منقطع نہ ہوا ہو ۔ اور بقائے نکاح بے بقائے علاقہ روح و جسد متصور نہیں ۔

شہداء کی موت سے ایک اشکال اور اس کا جواب

مگر اجازت نکاح ازواج شہداء اور تقسیم اموال شہداء بقدر میراث ۔ جو احادیث صحیحہ اور اجماع سے ثابت ہے ۔ انقطاع حیات پر دال ہے ۔ ادھر آیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ذوق موت پہ شاہد ہے ۔ سو یہ بات کہ انقطاع حیات بھی ہو ۔ اور ذوق موت بھی ہو ۔ جبھی متصور ہے کہ مابین حیات شہداء اور حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو مبدء حیات مومنین ہے ۔ حجاب موت حائل ہو ۔ پھر حیات شہداء ہو تو یوں ہو کہ اس حجاب کو رفع کر کے چاہیں تو یوں ہی رکھیں ۔ چاہے کسی اور بدن کے ساتھ جوڑ دیں اور بظاہر شہداء کے لئے یہی ہوتا ہے ۔ چنانچہ احادیث مشعرہ ادخال اجواف طیر خضر اور لفظ عند ربهم جو آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا میں واقع ہے ۔ اس پر دال بھی ہیں ۔ ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ اول انفعال مذکور یہی زائل ہو جاتے پھر نئے سرے سے ایجاد انفعال کے بعد ابدان طیور خضر کے ساتھ علاقہ لگا دیں ۔ اور یہی تعلق حیات شہداء کے لئے کافی ہے ۔ اور اس امر کے تسلیم سے چارہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ کہ تعلق مابین ارواح شہداء اور اجساد شہداء منقطع ہو جائے گو علاقہ فیما بین روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و ارواح شہداء جو سرمایۂ حیات شہداء ہے بحال خود باقی رہے ۔ اور اس وجہ سے حیات روحانی تو زائل نہ ہو ۔ پر حیات جسمانی شہداء منقطع ہو جائے ۔ اور یہ انقطاع بوجہ انقباض روح ہو جس کے باعث حیات روحانی شہداء وقت موت مشابہ حیات جسمانی انبیاء وقت موت ہو ۔

شہداء کی زندگی مسلم ہونے کے باوجود ان کی ازواج کے نکاح اور اموال کی توریث کی وجہ

الغرض آیت كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ الخ دونوں صحیح رہیں اور پھر انبیاء و شہداء کی حیات میں تفاوت بھی رہا ۔ یعنی شہداء میں وجود حیات روحانی وقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی نہ رہے ۔ اور اس وجہ سے حرمت ازواج اور سلامت اجساد اور عدم میراث لازم نہ آئے لیکن ہر چہ بادا باد بعد موت کے ارواح شہداء کو ان ابدان سے تعلق رہتا ہے نہ ارواح دیگر مومنین کو اتنا فرق ہے کہ بعجز و انقطاع علاقہ جسد اول یا بعد چندے شہداء کی ارواح کو نئے ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور اس حساب سے ان کو حیات روحانی و جسمانی دونوں حاصل ہو جاتی ہیں اور باقی مومنین امت کے لئے اس نقصان کی کچھ مکافات

Marfat.com

نہیں کی جاتی۔ بہرحال ابدانِ دنیا سے دونوں کا کچھ تعلق نہیں رہتا۔ پھر اشیائے متعلقہ ابدانِ دنیوی سے تو تعلق کہاں! جو ان کے اموال و ازواج کو جوں کا توں انہی کے ازواج و اموال سمجھے جائیں۔ اور کسی اور کو نکاح کی اجازت اور وارثوں کو تقسیم و تصرف کرنے نہ دیں۔ کیونکہ ازواج و اموال دنیوی دونوں کو انہی ابدانِ دنیوی کی ضرورت رفع کرنے کے لئے بنایا ہے۔"

الغرض یہ چیزیں ازواج کو بتقاضائے تعلق جسمانی مطلوب ہوتی ہیں۔ بذاتِ خود مطلوب بالذات نہیں۔ اس لئے بعد انقطاع علاقہ جسمانی ازواج و اموال کے ساتھ جو علاقہ تھا۔ بدرجۂ اولیٰ منقطع ہو جائے گا اور باوجود حیاتِ شہداء ان کی ازواج کو مثل ازواج دیگر مومنین امت بعد انقطاع عدت اختیار نکاح ہوگا۔ اور ان کے اموال متروکہ میں میراث بدستور معلوم جاری کی جائے گی۔ ہاں علاقہ حیات انبیاء علیہم السلام منقطع نہیں ہوتا۔ اس لئے ازواج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدستور آپ کے نکاح اور آپ ہی کے ملک میں باقی ہیں۔ اور اغیار کو اختیار نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔"

بالجملہ موت انبیاء اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردۂ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروض موت ہے"۔ (اقتباسات از کتاب آبِ حیات صفحہ ۲۱۰ تا ۲۲۳)

منکرین کے اعتراضوں کے جواب

سماع موتیٰ کے منکرین عموماً مفصلہ ذیل آیات کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں:-

اعتراض ۱

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ

نہ چکھیں گے وہاں مرنا مگر جو پہلے مر چکے۔ (سورۂ دخان رکوع ۳)

اگر قبر میں زندگی ہوتی تو موت بھی پھر ہوتی۔ لیکن دوسری موت نہیں ہے۔ اس لئے زندگی اور عذاب قبر بھی نہیں پس جب زندگی نہ ہوئی تو ادراک اور شعور کہاں۔ اور بغیر ادراک کے عذاب غیر ممکن ہے؟

جواب:- مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں اس کا جواب فرماتے ہیں

"قبر میں زندگی اور موت حقیقتہً نہیں بلکہ بسبب منعکس ہونے شعاعوں روح کے بدن پہ ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ کہ تعلق تدبیر اور تنمیہ بدن اس کے ساتھ نہیں ہے کہ زندگی حقیقی ثابت ہو۔ بلکہ وہ ایک علاقہ بیتہ کا ہے جیسے عاشق کو معشوق کے ساتھ۔ یا مالک کو غلام کے ساتھ۔ کہ وہ عذاب و نعمت کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ہے کہ بدن قائم اور مدفون ہو۔ ورنہ عذاب و نعمت کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس صورت میں

Marfat.com

ہے کہ بدن قائم اور مدفون ہو۔ ورنہ عذاب اور نعمت فقط روح کو ہے۔ کہ جس کو نفسِ مجرد کہتے ہیں۔ اور بدن حقیقی اس کا روح ہوائی ہے۔ اور روح ہوائی متعلق کرتے ہیں بدن سے کہ وہ عالمِ مثال سے ہو یا اجزائے جماد سے اس طرح کہ دیکھنے والے کو تمیز نہیں ہوتی اس بدن میں۔ اور اس بدن میں کہ دنیا میں تھا۔ اور روح کا تعلق بدن کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور قطع اس تعلق کو بعض محققین نے موت کہا ہے اور محتمل ہے کہ مراد موتِ اولیٰ سے جنس موت ہو کہ پہلے زندگی سے تھی۔ خواہ ایک بار ہو۔ یا زیادہ۔ پس اس طور سے ہیں اس آیت سے منکرین عذاب قبر کا استدلال بالکل باطل ہے۔ اور منکرین عذابِ قبر کا یہ قول کہ سوال و جواب اور تکلم و لذت اور علم و ادراک سب زندگی پر موقوف ہے۔ اور زندگی بعد فسادِ جسم اور بطلان مزاج ممکن نہیں۔ پس میت کو ان امور سے کچھ ممکن نہیں غلط ہے۔ اس لئے کہ میت اس معنی میں بدن ہے نہ روح۔ اور بدن فسادِ جسم اور بطلان مزاج سب جسم پر واقع ہوا ہے۔ نہ روح پر۔ روح کو واسطے تالم اور تلذذ جسمانی کے تعلق اسی بدن اپنے سے یا کسی بدن مثالی سے تعلق تدبیر و تصرف نہ تغذیہ اور تنمیہ کے عنایت ہوگا۔ غرض جب روح بدن سے جدا ہوتی ہے۔ قوائے نباتی اس سے جدا ہو تے ہیں۔ نہ قوائے حیوانی اور نفسانی۔ اور اگر ہونا قوائے نفسانی اور حیوانی کا فیضان یا بقا میں مشروط ہوتا ساتھ ہونے قوائے نباتی اور مزاج کے تو لازم آتا ہے کہ فرشتوں کو شعور اور ادراک حسی اور حرکت اور غضب اور دفع منافر نہ ہو۔ پس حال ارواح کا مثل حال ملائکہ ہے کہ بواسطہ شکل اور بدن رکھنے کام کرتے ہیں۔ اور نفس نباتی ہمراہ نہیں۔ فرق اسی قدر ہے۔ کہ ملائکہ کو موافق اعمال کے تنعیم اور تعذیب نہیں۔ اور ارواح کو موافق اعمال مکسوبہ کے تنعیم و تعذیب ہے۔

اعتراض ...	إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ	تو نہیں سنا سکتا مردوں کو۔ (سورۂ نمل رکوع ۶)
	وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ	اور تو ان کو سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہیں۔
فِي الْقُبُورِ	(سورۂ فاطر رکوع ۳)	(قرآن حکیم)

جواب ۔ یہ اعتراض مثل آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ کے ہے۔ اگر تمام آیت پڑھی جائے اور اس کے معنوں میں اس کے ما قبل اور ما بعد میں غور کیا جائے تو کبھی بھی یہ اعتراض پیدا نہیں ہو سکتا۔ تمام آیت اس طرح ہے۔ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝ (سورۂ نمل رکوع ۶) یعنی تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہرے کو پکارنا۔ جبکہ وہ [illegible] کریں منہ پھیر کر۔ اور نہ تو راہ دکھا سکتا ہے۔ اندھوں کو ان کی گمراہی سے روک کر۔ بس تو تو اسی کو سناتا ہے۔ جو یقین رکھتا ہو ہماری آیتوں کا تو بس وہ لوگ فرمانبردار ہیں۔

Marfat.com

ذرا عقل سلیم سے غور کیجئے کہ اگر یہاں مُردے سے حقیقی مراد ہوں تو رُوگرداں ہونا اور پیٹھ پھیرنا اُن سے کیونکر مقصود ہو سکتا ہے ۔ اور جب یہ فرمایا کہ نہیں سُناتا تو مگر مسلمانوں کو ۔ اور نہیں سُنا سکتا تو مُردوں کو اور بہروں کو ۔ جب وہ رُوگرداں ہو کر پیٹھ پھیریں ۔ تو ظاہر مُردوں اور بہروں سے مقابل مسلمانوں کے کافر سمجھے جاتے ہیں ۔ اور رُوگرداں ہونا اور پیٹھ پھیرنا بھی انہیں سے ممکن ہے ۔ نہ حقیقی مُردوں سے ۔ اور سنانے سے مراد سنانا قبولیت کا ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے ۔

اعتراض ۴

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيْرٌ

اور نہیں برابر ہوتے زندے یعنی عالم ۔ اور نہ مُردے یعنی جاہل ۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سُنوا دیتا ہے اور آپ اُن شخصوں کو جو قبروں میں ہیں سُنانے والے نہیں ۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ۔ اور کفار کو

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ سے جسم مُردہ مراد ہے نہ روح ۔ اُس کی روح کو تو سماع حاصل ہے جیسا کہ احادیث سے مصرح ہے ۔

حضرات اگر احادیث کی روشنی سے ان آیات کو سمجھا جائے تو پھر تو کوئی شبہ ہی نہیں رہتا ۔ اور ان آیات کا صحیح مطلب بھی معلوم ہو جاتا ہے جو لوگ قرآن مجید کو حدیث کی روشنی میں نہیں پڑھتے ۔ وہ گمراہ ہیں ۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں :-

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حضرت عائشہ صدیقہ کے سماع موتیٰ کے انکار کا جواب

اعتراض ۵ ۔ کافی شرح الوافی میں لکھا ہے :

لَمَّا بَلَغَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَذَبْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ

جب یہ حدیث (جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں پر کھڑے ہو کر جس میں جنگ بدر میں مقتول ہونے والے مشرک ڈالے گئے تھے ۔ ان سے خطاب فرمایا ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی ۔ تو فرمایا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگاتے ہو ۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے تم مردوں کو اپنی بات سنا نہیں سکتے ۔ اور فرمایا ہے اور تم قبر والوں کو کچھ سنا نہیں سکتے ۔ (راہ مسائل)

جواب اوّل ۔ علمائے محققین نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار تسلیم نہیں کیا ۔ بے شک عائشہ صدیقہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فہم و ذکاوت میں بے مثل تھیں۔ بے شمار احادیث ان سے مروی ہیں۔ غوامض مسائل کو خوب سمجھتی تھیں۔ مگر کسی ثقہ کی روایت کو رد نہیں کر سکتی تھیں۔ جب تک اس کا نسخ یا تخصیص یا استحالہ کسی نص سے ثابت نہ کر لیں۔ یہاں جمع بین الدلیلین اچھی طرح ممکن ہے چنانچہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم سنا نہیں سکتے۔ اسماع کی نفی سے نفسِ سمع کی نفی نہیں ہوتی۔ یعنی اگر کوئی زندہ مردے کو کچھ سنا نہیں سکتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سن بھی نہیں سکتا۔ (۱) اسماع کہتے ہیں بولنے والے کا اپنی آواز کو سننے والے کے کان تک پہنچانا۔ اور سمع کے معنے ہیں مخاطب کا بولنے والے کی آواز کو محسوس کرنا۔ پس جب کوئی زندہ قبر پر کھڑا ہوا مُردہ سے خطاب کرے تو وہ اس وجہی طمانیت سے خطاب نہیں کرتا جس طرح ایک زندہ دوسرے زندہ آدمی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر خطاب کرتا ہے اور اس کے سننے کو محسوس کرتا ہے پس یہاں اسماع کی نفی پائی گئی۔ مگر مردہ بقدرت حق اس آواز کو سنتا ہے۔ اس لحاظ سے سمع کا تحقق ہو گیا۔

دوسرا جواب:- یہ آیت زندہ کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ موتیٰ و مَن فِی القُبُور سے مجازاً کفار مراد ہیں۔ اس لئے کہ ان کے قلوب مُردہ ہیں۔ پند و نصائح کا اثر اُن میں ہو نہیں سکتا۔ ایسے قلوب مُردہ جن اجسام میں ہیں وہ بمنزلہ قبور کے ہیں۔ نفی سماع کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق بات قبول نہیں کرتے۔ سورہ اعراف رکوع ۲۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ اس کا یہ مطلب تو ہے نہیں کہ ان کے قلوب بالکل نکمے تھے یا وہ اندھے بہرے تھے بلکہ مقصد اصلی یہ ہے کہ وہ حق بات قبول نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم کتاب الروح میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰی وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ فَسِیَاقُ الْاٰیَةِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهَا اَنَّ الْکَافِرَ مَیِّتُ الْقَلْبِ لَا یُقْدَرُ عَلٰی اِسْمَاعِهٖ سَمَاعًا یَنْتَفِعُ بِهٖ کَمَا اَنَّ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ لَا یُقْدَرُ عَلٰی اِسْمَاعِهِمْ سَمَاعًا یَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ وَلَمْ یُرِدْ سُبْحَانَهٗ اَنَّ اَصْحَابَ الْقُبُوْرِ لَا یَسْمَعُوْنَ شَیْئًا اَلْبَتَّةَ وَهٰذِهِ الْاٰیَةُ نَظِیْرُ قَوْلِهٖ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ تم قبر والوں کو کچھ سُنا نہیں سکتے پس سیاق آیت اس امر پر دال ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کافر کا قلب مُردہ ہے۔ کہ کوئی ان کو اس طرح سُنانے پر قادر نہیں جس سے اُن کو نفع ہو۔ جس طرح مُردوں کو اس طرح سے نہیں سُنا سکتے۔ جس سے اُن کو فائدہ ہو اللہ تعالیٰ کی یہ مراد نہیں کہ مُردے بالکل کچھ نہیں سُنتے۔ اس آیت کی نظیر آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ہے۔

Marfat.com

تیسرا جواب۔ اگر ہم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکار کو تسلیم کر ہی لیں تو شاید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس سے رجوع کیا ہو۔ اس لئے کہ عائشہ صدیقہ بھی ابی طلحہ کی طرح روایت کرتی ہیں۔ اس میں صاف ہے کہ تم لوگ ایسا نہیں سنتے جس طرح وہ ہماری بات سنتے ہیں۔ اگر ان کو انکار ہوتا تو پھر یہ روایت کیسی؟ غالباً اس کا منشا یہ ہے کہ چونکہ وہ بدر میں موجود نہ تھیں۔ اس کا انکار کیا ہوگا۔ جب متعدد اصحابہ کی روایت سے ثابت ہوا ہوگا تو انکار سے رجوع کر لیا ہوگا۔ اور صحابہ کے موافق روایت کی۔

الغرض جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور خود بدر میں نہ تھیں۔ تو اس سے قوی احتمال ہے۔ کہ ضرور عدم سماع موتیٰ کے خیال سے رجوع کر لیا تھا۔ ورنہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ علاوہ اس کے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افعال و اقوال ایسے واقع ہوئے جس کو سمع کا اقرار لازم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

إِنَّ عَائِشَةَ لَمَّا زَارَتْ قَبْرَ أَخِيهَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ خَاطَبَتْهُ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دَفَنْتُكَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کی زیارت کی تو ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام پر دفن کرتی جہاں تم نے وفات پائی تھی۔ اور اگر تم سے اس وقت ملاقات ہوئی ہوتی تو اب تمہاری زیارت کرنے نہ آتی (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا۔ کہ بغیر حجاب کے بے تکلف آپ کے روضہ مبارک پر آتی تھیں۔ اس خیال سے کہ بجز زوج اور

فِي الْمُسْتَدْرَكِ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ لِلْحَاكِمِ فِي فَضَائِلِ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَدْخُلُ الْبَيْتَ الَّذِي دُفِنَ مَعَهُمَا عُمَرُ وَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ۔

باپ کے کوئی تیسرا غیرہ اس مدفون نہ تھا جس سے پردے کی ضرورت ہوتی۔ جب حضرت عمر مدفون ہوئے تو ان کی شرم سے اچھی طرح کپڑے سے لپٹی ہوئی آتی تھیں۔ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے موافق یعنی نہایت صحیح و معتبر ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میت کی ادراک کو احیاء کے ادراک کے برابر سمجھتی تھیں۔ ورنہ اس قدر حجاب اور ستر کی حاجت کیا تھی۔ اب انصاف فرمائیے کہ جو شخص اموات کو مثل احیاء کے خیال کرے وہ سماع موتیٰ کا کیونکر منکر ہوگا۔

Marfat.com

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کشف دربارۂ احساس موتے

اس باب کو ہم حضرت المجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک کشف کے ذکر پر ختم کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا ۔ کہ اموات کو نہ صرف سمع و بصر وغیرہ عام احساسات پر قدرت ہے بلکہ ان کے ادراکات زندوں سے بھی بدرجہا بڑھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ چنانچہ بعض اوقات ان کو زندوں کی نیت اور ارادہ بھی معلوم ہو جاتا ہے ۔ وہ کشف حضرت مجدد صاحب کے اپنے[1] الفاظ میں حسب ذیل ہے :۔

روزے بخاطر آمد کہ بروحانیت بعضے از اقارب مونائے خود تصدقے کردہ شود ۔ دریں اثنا ظاہر گشت کہ بایں نیت آں میت مرحوم را فرح و سرور حاصل شد و خرم و شاداں بنظر آمد و چوں وقت اعطائے آں صدقہ رسید اول بروحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ و علے آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ آں صدقہ را نیت کرد چنانچہ عادت بود ۔ بعد ازاں بروحانیت آں میت نیت کردہ دادہ شد دریں اثنا ازاں میت ناخوشی و اندوہ احساس نمودہ و بہ کلفت و کدورت ظاہر شد دریں حال تعجب تمام روداد و وجہ ناخوشی و کلفت ظاہر نشد ۔ باوجود آنکہ محسوس شد کہ برکات عظیمہ ازاں تصدق بآں میت رسیدہ اما آں فرح و سرور ظاہر نگشت الخ

ایک دن دل میں آئی کہ اپنے فوت شدہ اقارب میں سے کسی کی روحانیت کے لئے کچھ خیرات کی جائے ۔ اس اثنا میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی اور مسرت حاصل ہوئی ۔ اور خوش و خرم نظر آیا ۔ اور جب اس خیرات کے دینے کا وقت پہنچا ۔ تو پہلے ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کے لئے اس خیرات کی نیت کی جیسے کہ عادت تھی ۔ اس کے بعد اس میت کی روحانیت کے لئے نیت کر کے دیدی ۔ تو اس وقت اس میت میں ناخوشی اور غم معلوم ہوا ۔ اور تکلیف و ناراضگی ظاہر ہوئی ۔ اس حال سے تم تعجب ہوا ۔ اور ناخوشی اور تکلیف کی وجہ ظاہر نہ ہوئی ۔ باوجودیکہ محسوس ہوا ۔ کہ اس صدقہ سے بڑی برکتیں اس میت کو پہنچیں ۔ لیکن وہ فرحت اور سرور ظاہر نہ ہوا ۔ الخ

آگے حضرت مجدد صاحب اس واقعہ کی ایک اور نظیر تحریر فرماتے ہیں ۔ مگر ہمارا مقصد صرف اتنے بیان سے متعلق ہے جس کو ہم آگے چل کر ظاہر کریں گے ۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ناظرین کا خلجان دور کرنے کے لئے حضرت مجدد صاحب ہی کے الفاظ میں عقدۂ مذکور کا حل بھی پیش کر دیں چنانچہ چند سطور کے بعد فرماتے ہیں ۔ کہ :۔

مدتے ایں اشکال عقدہ داشت ۔ آخر الامر بفضل خداوندی جل شانہ ظاہر شد کہ وجہ ناخوشی و کلفت آنست کہ اگر صدقہ بے شرکت بہ میتے دادہ شود آں میت

مدت تک یہ عقدہ کھٹکتا رہا ۔ آخر الامر خداوند عز وجل شانہٗ کے فضل سے ظاہر ہوا کہ ناخوشی و کلفت کی وجہ یہ ہے ۔ کہ اگر صدقہ بلا شرکت میت کو دیا جائے ۔ تو وہ میت

Marfat.com

از جانب خود بطریق تحفہ وہدیہ آں صدقہ را در لائق نیت
آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد برد و
بوسیلہ آں برکات وفیوض خواہد گرفت۔ اگر صاحب صدقہ
خود نیت آں سرور بکند علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
خواہد برد و بوسیلہ آں برکات وفیوض خواہد گرفت۔ اگر
صاحب صدقہ خود نیت آں سرور بکند علیہ وعلیٰ آلہ
الصلوٰۃ والسلام میت را اگر صدقہ قبول افتد ثواب
ہماں صدقہ است۔ و در صورت عدم شرکت ہم ثواب
صدقہ است اگر قبول افتد وہم برکات وفیوض اتحاف
و اہدائے آں صدقہ است از نزد حبیب رب العلمین
علیہ الصلوٰۃ والسلام (مکتوبات شریف، دفتر ۳ مکتوب ۲۱)

اپنی جانب سے بطریق تحفہ و ہدیہ اس صدقہ کو آنحضرت
علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے جائے گی
اور اس کے وسیلے سے برکات وفیوض حاصل کرے گی
اگر خیرات کرنے والا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نیت کرے تو میت کو کیا فائدہ ہوگا۔ شرکت کی صورت
میں میت کو بشرطیکہ خیرات قبول ہو صرف اسی خیرات
کا ثواب ہے اور عدم شرکت کی صورت میں خیرات کا
ثواب بھی ہے بشرطیکہ قبول ہو جائے اور اس
خیرات کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کی برکات وفیوض
بھی جو حبیب رب العلمین میں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والسلام کی طرف سے ہیں۔

اس تقریر سے چار باتیں ظاہر ہوئیں (۱) پہلی عبارت سے ظاہر ہوا۔ کہ موتی کا ادراک اس قدر تیز اور رسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ان کو اپنے ثواب پہنچانے والوں کی نیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر سمع وبصر اور کلام تو اس کے آگے ایک ادنیٰ بات ہے۔ چہ جائیکہ معترضین سماع موتی کے ادنےٰ مرحلے پر ہی اڑے بیٹھے ہیں (۲) پسماندگان کے حالات وخیالات سے فوت شدگان پر فرحت یا کلفت کا اثر بھی ہوتا ہے جس سے ان کا حساس ہونا ثابت ہوتا ہے یہ بات بھی سماع موتی کی موید ہے (۳) دوسری عبارت سے پتہ چلا کہ فوت شدگان کے باہم خاص کاروبار و تعلقات ہیں چنانچہ اس بیان سے واضح ہے۔ کہ وہ حاصل شدہ ثواب کو بطور ہدیہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے دیگر اقارب واحباب سے تعلقات و تعامل کا بھی بعض روایات سے ثبوت ملتا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ گویا وہ عالم بھی ایک خاص قسم کی تمدنی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے لئے ادراکات و احساسات لازم ہیں۔ (۴) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کشف سے ایصال ثواب کی حقیقت پر پوری روشنی پڑتی ہے اور جو فرقے اس کے منکر ہیں مثلاً معتزلہ وہابیہ ان پر یہ بیان ایک حجت قوی ہے۔

حضرات وہابیہ کو اگر اس بیان پر شبہ ہو تو ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت المجدد رحمۃ اللہ علیہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے پیران پیر ہیں اور شاہ ولی اللہ وہ بزرگ ہیں جن کی یہ لوگ نہایت تعظیم کرتے ہیں اور بزعم باطل خود ان کو اپنا بانی فرقہ اہل حدیث سمجھ رہے ہیں۔ اگر انہوں نے پیر کے قول کا انکار کیا۔ تو یہ مرید سے برگشتہ ہونے

Marfat.com

کو مستلزم ہوگا۔

اعتراض ۶: منکرین کہتے ہیں کہ مردوں کو خاطب کرکے ان سے کلام کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا۔ دوسرے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں بعض یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ صرف اہل قبور ہی مخاطب ہو سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں؟

جواب:۔ اول تو کوئی دلیل تخصیص کی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہوتا کہ یہ میرا ہی خاصہ ہے اور میں ہی مردوں کو مخاطب کر سکتا ہوں تم لوگ مخاطب نہ کرنا تو البتہ یہ امر ناجائز تھا۔ مگر جب کہ سنت اسی کو کہتے ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہوں یا کر چکے ہوں۔ یا کسی نے آپ کے سامنے کوئی فعل کیا اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا ہو۔ اور موتیٰ کو سلام کرنا اور ہمکلام ہونا مختلف طرح کی روایات سے ثابت ہے۔ ساتھ ہی بموجب حکم وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لئے ایک اچھا نمونہ ہیں۔ تو ہم کس طرح آپ کے فعل مبارک کو بلا تخصیص خاص کر سکتے ہیں۔

دوم۔ یہ خیال ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مردوں کو مخاطب کرنا خاص تھا۔ کیونکہ اگر خاص ہوتا تو آپ کیوں سکھاتے کہ تم ایسا خطاب کیا کرو۔ اور صحابہ کرام ہمیشہ اس پر کیوں عمل پیرا ہوتے۔ جبکہ آپ فرما چکے تو پھر بھی یہ کہہ دینا کہ یہ خاصہ آپ کا ہی تھا۔ نہ صرف ضد اور ہٹ ہے بلکہ کھلم کھلا مخالفت رسول پر آمادہ ہونا ہے۔

اعتراض ۷: منکرین اپنے دعوے میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ اَحَدٍ یُّسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ (رواہ احمد) ابوداؤد والبیہقی)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دے گا۔ یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا!! (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک جسم مبارک سے بعض اوقات مفارقت کرتا ہے۔ پھر آپ کا زندہ ہونا کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ اس اعتراض کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ (۱) علمی جواب یہ ہے کہ جملہ رد اللہ جملہ حالیہ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل ماضی حال واقع ہوتا ہے تو اس میں لفظ قَدْ مقدر مقدر مانا جاتا ہے۔ جیسے آیت اَوْ جَآءُ کُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ (سورۃ رکوع) میں مقدر مانا گیا ہے یعنی قَدْ حَصِرَتْ

پس اسی طرح حدیث کے اس جملہ میں بھی قَدْ مقدر ماننا جائے گا یعنی قَدْ رَدَّ اللّٰہُ ۔ چونکہ جملہ ماضی ہے اس لئے اس کا وقوع اس سلام سے مقدم ہوگا جو ہر شخص سے صادر ہوتا ہے ۔ اور لفظ حَتّٰی اس حدیث میں تعلیلیہ نہیں ہے ۔ بلکہ بجز حرف عطف ہے واؤ کے معنے میں ۔ پس اس تقدیر پر حدیث کا مفہوم یہ ہوا ۔ " ہر ایک شخص کا مجھ پر سلام بھیجنا اس حالت میں ہوگا کہ اس کے قبل اللہ تعالےٰ کی طرف سے میری روح میرے جسم میں واپس آچکی ہوگی اور میں اُس کے سلام کا جواب دوں گا "۔

اس تقریر سے اشکال کا کلیتہً استیصال ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ اشکال مذکور صرف اسی خیال سے پیدا ہوا تھا کہ جملہ رَدَّ اللّٰہُ حال یا استقبال کے معنی میں لیا گیا ۔ اور لفظ حتّٰی تعلیلیہ مانا گیا ۔ اور جب ان دونوں لفظوں میں تاویل کر دی گئی تو صحیح معنی نکل آئے ۔

(۲) ردِّ روح سے یہ مراد نہیں ہے کہ روح بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر اُس میں واپس کی جاتی ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول اور مشاہدہ ربانی میں مستغرق ہیں ۔ جیسے آپ کی حالت دُنیا میں وحی کے وقت اور دوسرے اوقات میں تھی ۔ پس آپ کا افاقہ ردِّ روح سے تعبیر کیا گیا ۔ اور یہی قول علماء کا اس لفظ میں ہے جو معراج کی بعض احادیث میں واقع ہوا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ فَاسْتَیْقَظْتُ وَ اِذَا اَنَا بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یعنی میں بیدار ہوتے ہی مسجد حرام میں تھا ۔

یہاں استیقاظ سے مراد نیند سے بیدار ہونا نہیں ہے ۔ اس لئے کہ معراج خواب میں نہیں ہوئی بلکہ عجائبات ملکوت کی غفلت وغشی سے افاقہ میں آنا مراد ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ جب دُنیا کا کوئی آدمی آپ پر سلام بھیجے گا ۔ تو اُس وقت آپ کو اللہ تعالےٰ اُس کے جواب کی طرف متوجہ کر دے گا ۔ اور جب جواب سے فارغ ہوں گے ۔ تو پھر اپنے استغراق اور مشاہدے میں مصروف ہو جائیں گے ۔

(۳) یوں بھی جواب دیا جا سکتا ہے ۔ کہ ردِّ روح استمرار کو مستلزم ہے ۔ اس لئے کہ کوئی وقت اطرافِ عالم میں کسی درود بھیجنے والے سے خالی نہ ہوگا ۔ پس لامحالہ کوئی زمانہ ایسا نہ نکلے گا ۔ جس میں روح بدن سے جُدا ہو

(۴) کبھی یہ توجیہہ کی جاتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اس امر کی وحی ہوئی تھی ۔ اس لئے آپ نے اس کی خبر دی ۔ بعد ازاں یہ وحی ہوئی کہ آپ اپنی قبر میں ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔ اس لئے اس کی خبر دیدی ۔ لہٰذا ان دونوں خبروں میں کوئی تعارض نہیں ہے ۔ کیونکہ خبر ثانی خبر اول سے مؤخر ہے ۔

(۵) ردِّ روح سے ایسے کاموں سے آزاد اور فارغ البال ہونا مراد ہے ۔ جن میں آپ عالم برزخ میں مشغول رہا کرتے ہیں ۔ مثلاً اُمت کے اعمال پر نظر کرنا ۔ اس کے لئے گناہوں سے مغفرت چاہنا ۔ اس کے لئے دفع بلیات

Marfat.com

کی دُعا کرنا۔ اطراف زمین میں نزولِ برکت کی غرض سے آمد و رفت کرنا۔ اور صالحین امت کے جنازہ میں شریک ہونا۔ کیونکہ یہ سب کام برزخ میں آپ کے اشغال میں سے ہیں۔ پس چونکہ آپ پر سلام بھیجنا بہترین اعمال اور بزرگ ترین عبادات سے ہے۔ اس لئے سلام بھیجنے والے کو یہ خصوصیت عطا ہوئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ایک لحظہ اپنے ضروری اشغال سے فارغ ہو کر اس میں براہ عزت بخشی اور معاوضہ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۶) روح سے رُوحِ حیات مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سے راحت و مسرت مراد ہے۔ جیسا کہ آیت فروح و ریحان میں ضمہ راء کی قرأت پر رُوح سے راحت و مسرت مراد لی گئی ہے اور مطلب یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجنے سے مسرت و شادمانی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سلام آپ کو مرغوب ہے۔ اور یہی مسرت آپ کو جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

(۷) روح سے مراد وہ فرشتہ ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ پر سلام پہنچانے کے لئے متعین ہے۔ اور روح کا اطلاق جبرئیل علیہ السلام کے علاوہ اور فرشتوں پر بھی آیا ہے۔ چنانچہ راغب نے کہا ہے کہ بزرگ ترین فرشتے ارواح کہلاتے ہیں۔ پس اس صورت میں جملہ ردّ اللہ کے معنے یہ ہوئے کہ اللہ تعالےٰ متعین فرشتے کو میرے پاس سلام پہنچانے کے لئے بھیجے گا۔

(۸) روح سے مراد وہ رحمت و رافت ہے۔ جو فطری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور میں اپنی اُمت کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ جس سے آپ ہمیشہ اس پر مہربان رہتے ہیں۔ اور صرف اس شخص سے بعض اوقات ناراض ہوتے ہیں جس کے گناہ بھاری ہوتے ہیں۔ اور جو اللہ کے نواہی کا مرتکب ہوتا ہے۔ چونکہ آپ پر درود کا بھیجنا گناہوں کی بخشائش کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اِذًا تُکْفٰی ھَمَّكَ وَ یُغْفَرُ ذَنْبُكَ۔ اس لئے آپ نے یہ خبر دی کہ جو کوئی مسلمان خواہ اس کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہو گئے ہوں مجھ پر سلام بھیجے گا اس پر میری فطری رحمت کا فیضان ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آپ اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ اور اس کا گناہ مجھے جواب دینے سے مانع نہ ہوگا۔

اعتراض ۸

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (سورۂ زمر رکوع ۳) اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ مَقْبُوْضٌ یعنی ہم مر گئے۔ اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر گئے۔ پس جب آپ پر میت کا اطلاق ہوا۔ تو یہ کہنا کہ آپ زندہ ہیں۔ اجتماع المتضادین ہے۔

جواب ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے انتقال ہوا ۔ تو بلاشبہ اُسے موت کہہ سکتے مگر یہ موت مستمر نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم مبارک میں روح کا اعادہ فرمایا ۔ یہ حیات ثانیہ و حیات اخروی ہے یہاں اجتماع متضادین نہیں ہے ۔ بلکہ توارد متضادین کا یا وفات مختلف ہے ۔ مگر یہ محال نہیں ہے ۔ چنانچہ عینی شہادت در الثمین میں مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :۔

اَخْبَرَنِیْ وَالِدِیْ اِنَّہٗ کَانَ مَرِیْضًا فَرَئَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی النَّوْمِ فَقَالَ کَیْفَ حَالُکَ یَا بُنَیَّ ثُمَّ بَشَّرَہٗ بِالشِّفَاءِ وَاَعْطَاہُ شَعْرَتَیْنِ مِنْ شُعُوْرِ لِحْیَتِہٖ فَتَعَافٰی مِنَ الْمَرَضِ فِی الْحَالِ وَبَقِیَتِ الشَّعْرَتَانِ عِنْدَہٗ فِی الْیَقْظَۃِ فَاَعْطَانِیْ اِحْدٰھُمَا فَھِیَ عِنْدِیْ

مجھ سے میرے والد شاہ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ میں بیمار تھا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ۔ آپ نے پوچھا ۔ کہ اے بیٹے تیرا کیا حال ہے ۔ پھر صحت کی خوشخبری دی ۔ اور دو موئے مبارک اپنی ڈاڑھی سے عنایت فرمائے ۔ شاہ عبدالرحیم صاحب فی الفور تندرست ہو گئے اور جب بیدار ہوئے ۔ تو وہ دو بال اُن کے پاس موجود تھے ۔ پھر مجھے ایک بال عنایت فرمایا ۔ جو میرے پاس ابھی موجود ہے ۔

جائے غور ہے ۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہ ہوتے تو بال کہاں سے عنایت فرماتے ۔

علاوہ اس کے آنحضرت کی موت عوام الناس کی موت کی طرح نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ۝ اے حبیب بے شک تجھ کو بھی مرنا ہے اور بے شک وہ بھی مرنے والے ہیں ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو علیحدہ ذکر کیا اور ہم سب کی موت کو علیحدہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہماری موت جیسی نہیں ہے ۔ جس طرح آپ کی پیدائش ہمارے جیسی نہیں ۔ اگر آپ کی موت ہماری جیسی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر لفظ موت کو دو جگہ ارشاد فرماتا ۔ بلکہ یوں فرماتا ۔ اِنَّکَ وَاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ یعنی تم اور وہ سب میت ہیں ۔ اس میں کلام مختصر ہوتا فصاحت میں داخل ہے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ نازل کیا ہے ۔ اس لئے اِنَّکَ کے بعد مَیِّتٌ کا بڑھانا اس مدعا کو صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کچھ اور ہی طرح کی ہے غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا مضمون اسی قدر ہے ۔ جیسے بادشاہ دربار عام میں امور انتظامیہ کی ہر طرح کی اصلاح کر کے اپنی آسائش کے واسطے تخلیہ کرے ۔ مگر اس وقت بھی بسبب شان عدالت اور رحمت کے رعایا کی طرف اُس کو ایک طرح کی توجہ رہتی ہے ۔ لیکن اس وقت بجز خاص الخاص کے ہر ایک شخص بار یاب نہیں

ہو سکتا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری دربارِ عام تھا جس میں آپ نے ہماری ہر قسم کی اصلاح فرمائی۔ اور ہمیں راہِ راست کی تعلیم دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت حیات کی مانع نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنِیْ وَنُحَدِّثُ لَکُمْ فَاِذَا مُتُّ کَانَ وَفَاتِیْ خَیْرًا لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُّ اللّٰہَ وَاِنْ رَاَیْتُ غَیْرَ ذَالِکَ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری حیاتِ دنیوی تمہارے لئے اچھی ہے کہ تم مجھ سے باتیں کر کے فیضان حاصل کرتے ہو اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ پس جب میں انتقال کر جاؤں گا۔ تو میری موت ظاہری بھی تمہارے لئے بہتر ہوگی۔ کیونکہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جایا کریں گے۔ پس اگر میں تمہارے کام اچھے دیکھوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گا۔ اور اگر کوئی غیر بات دیکھوں گا تو اللہ سے تمہارے لئے مغفرت مانگوں گا (کنز العمال)

اعتراض ۹ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ یعنی میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے نزدیک (بیت المقدس سے ایک منزل) ہو کر نکلا جس رات کہ مجھے معراج ہوئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر دیکھا۔ تو یہ اجتماع ضدین کس طرح ہو سکتا ہے؟

جواب ۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ آسمان پر گئے ہوں۔ یا جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر پہنچے ہوں۔ جیسا کہ صوفیائے کرام کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء واولیاء کو جسم مثالی بھی عطا فرمایا ہوا ہے۔ کہ جس سے وہ کئی جگہ موجود ہو جاتے ہیں۔ تو اگر یہ صورت مان لی جائے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں رہتا۔

اعتراض ۱۰ اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیاء اللہ زندہ ہیں تو بغیر کھانے پینے کے قبر میں کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں؟

جواب ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں اس اعتراض کا جواب یوں فرماتے ہیں:۔

ازانکہ بر حیاتِ انبیاء دلالت وارند مقتضائے   وہ دلائل کہ حیات انبیاء کی نسبت ہیں ان کا مقصود

Marfat.com

آں حیاتِ ابدان است چنانچہ در دُنیا بُود باوجود استغنا از غذا و با حصول قوت تعود در عالم چہ غذا از اسباب عادی ست ۔ کہ در دُنیا احتیاج بدن بداں مشروط است ۔ و لیکن سبحانہ تعالیٰ قادر است ۔ کہ بے آں نیز زندہ دارد و احداث و ایجاد بعضے احوال و اعراض در بدن کند۔ کہ التفات و احتیاج بغذا مرتفع گردد ۔ چنانچہ در بعضے احوال بطریان فرح و سرور یا عروض حزن و غم چندیں مدت باکل و شرب احتیاج نیفتد۔ بلکہ بیاد نیاید۔ یا آنکہ بعد از تسلیم سببیت در وے شاید کہ حق سبحانہ تعالیٰ را اسباب دیگر بود در ابقائے ابدان را اِنَّہٗ علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

حیات ابدان ہے جیساکہ دُنیا میں حیات ہوتی ہے باوجودیکہ ایسے صاحبِ حیات کہ غذا کی حاجت نہو کیونکہ غذا ایک عادی سبب ہے کہ جس کا عادت سے تعلق ہے اور جس کی کہ دنیا میں حاجت پڑتی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے ۔ کہ اس کے بغیر بھی زندہ رکھے۔ اور بدن انسان میں ایسے حالات اور عوارضات پیدا کر دے ۔ کہ جس کے پیدا ہونے سے غذا کی حاجت باقی ہی نہ رہے ۔ جیساکہ دُنیا میں انسان کو بوجہ خوشی یا غم کی افتاد کے بالکل بھوک محسوس نہیں ہوتی ۔ اور کھانا یاد تک نہیں رہتا ۔ یا ہم غذا کو سببِ بقائے بدن تسلیم بھی کرلیں تو اس سے یہ حصر لازم نہیں آتا کہ صرف یہی ایک سببِ بقائے حیات کا ہے اور کوئی نہیں ہے ۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ نے اور اسباب بھی بقائے حیات کے لئے سوائے غذا کے بنائے ہوں کہ وہ ہر شے پر قادر ہے ۔

یہ اشکال کہ اگر حیات دنیاوی تسلیم کی جائے ۔ تو غذا کی ضرورت کس طرح رفع ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم الوصال کے بارے میں فرمایا ۔ کہ تم پے در پے روزے نہ رکھو۔ تم مجھ جیسے نہیں ہو ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ مِثْلِكُمْ اِنِّيْ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ (رواہ البخاری)

منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں پر رحم کھا کر ۔ حاضرین نے کہا ۔ کہ آپ بھی تو مسلسل روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں ۔ مجھے میرا پروردگار کھلاتا اور پلاتا ہے (مشکوٰۃ)

پس جس طرح صوم الوصال کے بارے میں حیاتِ دُنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غذا سے مستغنی رہے ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غذا تھی ۔ اسی طرح اب حیات فی القبر کے لئے ویسی ہی غذا کافی ہے :۔

Marfat.com

خاتمۃ الکتاب

راقم الحروف نے قرآن مجید۔ احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور اقوال بزرگان دین اور کتب فقہ اور تصوف سے ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ مقدسہ میں بالخصوص اور دیگر انبیاء و اولیا اپنی اپنی قبروں میں بالعموم ایسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے کیونکہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ہماری آواز اور پکار کو سنتے ہیں ہمیں جواب باصواب دیتے ہیں۔ اکثر بزرگوں کو بظاہر نظر بھی آتے ہیں۔ ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں اور فیض بھی پہنچاتے ہیں۔ امید واثق ہے کہ وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے اگر تعصب کی پٹی کھول کر حق شناسی کی عینک لگا کر ان اوراق کا مطالعہ کرے گا تو وہ میری تحقیق کی ضرور تصدیق کرے گا۔ ہاں اگر کسی ناسمجھ کو اس قدر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے پڑھنے کے بعد بھی کسی طرح کا شک و شبہ باقی رہے تو اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسے کسی حکیم یا ڈاکٹر سے اپنے دماغ کا تنقیہ کرانا چاہیے۔ کیونکہ وہ اس بے وقوف کی طرح ہے جو روز روشن میں آفتاب کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ یا اس کے نہ سمجھنے کے بارے میں یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس میں ازلی بدبختی ہے کہ اس کو راہ حق نظر نہیں آتا۔ ہمارا کام تو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے صرف سمجھا دینا ہے۔ اگر وہ نہیں سمجھتا تو اس میں راقم الحروف کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بقول شیخ سعدی:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ‌‌‌ ‌ ‌ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اعتذار

اس کتاب کے مرتب کرنے میں راقم الحروف سے بے شمار لغزشیں ہوئی ہوں گی۔ مگر مجھے اہل علم سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کے الفاظ و عبارت اور لغزشوں پر نکتہ چینی نہیں کریں گے بلکہ اگر اس میں کہیں سہو و غلطی دیکھیں گے تو اسے دامن لطف و کرم سے چھپائیں گے۔ کیونکہ سہو و نسیان لازمۂ بشریت ہے:

غلام ہمت آں ناظرین با کرمم ‌ ‌ ‌ ‌ کہ یک صواب ببینند و صد خطا پوشند

اور جو اصحاب اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ اس دور افتادہ کے حق میں سچے دل سے فلاح دارین کے لئے دعائے خیر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں:

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب ‌ ‌ ‌ ‌ ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے

غرض نقشیست کز ما یاد ماند ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہستی را نمے بینم بقائے

مگر صاحبدلے روزے برحمت ‌ ‌ ‌ ‌ کند در حق ایں مسکیں دعائے

Marfat.com

دعا بدرگاہ ربّ العلمین

اے میرے پروردگار! اس کتاب کے پڑھنے والے کو توفیقِ عمل عطا فرما۔ ان کے عمل کے صدقے میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔ نیز میرے لختِ جگر فرزند ارجمند سعادتمند محمد بشیر احمد ایم۔ اے کو جمیع حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصئون رکھ۔ دین و دنیا میں اس کی سربسز و شادان کر اور سلف صالحین کا متبع کر اور گمراہ فرقوں سے بچائے رکھ۔

ہے دعا یارب یہ با عجزِ اتم
سُنّتِ نبوی پہ ہوں ثابت قدم
شرک و بدعت سے خدایا پاک کر
نارِ دوزخ سے مجھے بے باک کر
ختم تیری یاد میں ہو جائے دم
نزع کے مٹ جائیں سب دردو الم

Marfat.com

فہرس

عام مومنوں کی حیات برزخیہ ۱۵

مردوں کے جواب دینے کا ثبوت ۱۳

مولانا شاہ عبد العزیز کی تائید ۲۴

شہدا کی حیات برزخیہ ۲۷

اولیاء اللہ کی حیات برزخیہ ۳۰

انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ ۳۷

منکرین کے اعتراضوں کے جواب ۶۵

علہ ۔ سنہ

الد

یہ کہ

نگر صاجد سے رہ زیر رحمت